



مجلس مرکزیہ

حزب الانصار کی چوبیسویں عظیم الشان سالانہ تہلیفی

* کانفرنس *

قارئین شمس الاسلام کو اس مزیدہ جانفزا سے خورسند کیا جاتا ہے کہ حزب الانصار کی چوبیسویں سالانہ تہلیفی کانفرنس بتاریخ ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ مطابق ۶ - ۷ - ۸ رجب ۱۳۷۴ بموافق ۲۹ - ۳۰ بھاگن و یکم چیت سمت ۲۰۱۰ بروز جمعہ - ہفتہ - اتوار کو انشاء اللہ العزیز جامع مسجد بھیرہ میں منعقد ہوگی جس میں مشائخ عظام کے علاوہ پاکستان کے بہترین خطیب و مقررین شریف لائیکے - مندرجہ بالا تاریخوں کو لوٹ فرما لیں - خود بھی شامل ہوں اور اپنے دوستوں کو چاہے کی تاریخوں سے آگاہ کریں -

غلام حسین ناظم مجلس استقبالیہ حزب الانصار بھیرہ (ہاکسیان)



سالانہ چنبدہ

معاویہ

غیر مالک

سالانہ چنبدہ

عوام سے

طلبہ سے

فی پرچہ

حزب الا نصار بھیرہ

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

انغراض مقاصد { (۱) اندونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔ (۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طریق کار { (۱) جریدہ شمالی سلام کا ابھار۔ (۲) دارالعلوم غزنیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے۔ (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے۔

(۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس، (۵) امیر حزب انصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتب خانہ (۷) جامع مسجد بھیرہ کی حرمت۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱۔ سالہ ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ ارکان حزب انصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چنبدہ کیفیت کم از کم چار ماہ یا تین دفعے سالانہ مقرر ہے۔

۳۔ عام سالانہ چنبدہ کے لئے معاویہ سے ۱۰ روپے، طلباء سے ۵ روپے، غنہ کا پرچہ ہر کے مکلف موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔

۴۔ سالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بلدیہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریداری طرف سے مہینہ کے آخر تک اطلاع موصول ہونے پر سالانہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

۵۔ بواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔ (۱) ہندوستان والے اپنا چنبدہ حاجی فضل الہی عبدالحی صاحبان کمیشن آفٹنس ملک نواب مسجد شریف بمبئی، ہندوستان، کو بذمہ آڈر روانہ کریں۔ (۲) برنگ ڈاک اور خطوط برنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل سر بنام غلام حسین شیرانی شمس السلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے۔

سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چنبدہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا سالہ بذریعہ وی پی آر سال ہوگا۔ جس کے زائداثر اجات سے بچنے کیلئے بہتر صورت پیش ہے کہ آپ اپنا چنبدہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ تو اطلاع دیں۔ خدا را وی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارہ کو ناحق نقصان پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا ہوال ضرور دیں۔ (غلام حسین شیرانی شمس السلام)

بھیرہ	شمالی اسلام	۷۸۶
شمارہ ۱	جمادی الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۵۴ء	جلد ۲۵

فہرست مضامین

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون
۴	ادارہ	بزم انصار
۵	"	شذرات
۹	"	رسائل و مسائل
۱۶	"	مسلمانوں کیلئے چند غور طلب حقائق
۱۹	"	فاتح مکہ کا کردار و فر
۲۳	مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم امرتسری	حضرت علی بن مریم کا نزول
۲۶	مولوی حکیم نور الدین صاحب اجمیری	بانی فقہ انکار حدیث سے ملاقات
۳۰	ادارہ	علم والا بلند ہو جاتا ہے (بچوں کا صفحہ)
۳۱	انوار احمد بگویی جماعت پنجم	رفتار زمانہ (غبریں)

شذرات

(الاحقر)

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي | ایک تصریح کے

پاس سے گذر چکا۔

سب محمول اس پر علی حروف میں لکھا ہوا تھا۔ "هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي" خواہ مخواہ اس پر نگاہ پڑنی تھی پر گئی۔ قرآن مجید کی آیت کا ٹکڑا تھا۔ زبان سے اختیار اس سے آگے بڑھ کر پوری آیت پڑھنے لگی۔ "هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي" و اشکرام اكدش۔ ومن شکر فأنما يشكر لنفسه۔ و

من كفر فان سراي غني كسيم۔ ایک صاحب ذوق دوست ساتھ تھے۔ فرمانے لگے۔ پوری آیت کیا یہ ہے؟

عرض کیا کہ ہاں! فرمایا کہ پوری آیت کا مطلب سمجھا دیجئے؟ عرض کیا گیا۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ یہ میرے پروردگار کا ایک فضل ہے۔ تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہوں یا ناشکری کرنا ہوں۔ اور جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری

کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا کیا شکر ادا کرتا ہے۔ سراسر اپنا ہی نقصان

کر رہا ہے۔ میرا رب تو بے پرواہ اور کریم ہے۔ مطلب سمجھ کر

فرمایا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ جو اس ملک میں ایک عام دستور

ہو چکا ہے کہ نئی عایشان بلا ٹیگ پر موٹے حروف سے

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي لکھ دیا کرتے ہیں اور آگے پوری

آیت نہیں لکھتے یہ تو ایک ظلم عظیم اور کھلی خیانت ہے۔ پوری

بات تو تب کھل کر سامنے آ جاتی ہے جب کہ فضل ربی قرار

دینے کے ساتھ یہ بھی اعلان ہو کہ یہ اللہ کی آزمائش ہے تاکہ

شکر گزاری اور ناشکری واضح ہو جائے۔ پوری آیت نہ ہو تو وہی لائق اوالصلوة والی مثال ہے۔ عرض کیا گیا کہ ہاں

واقعی بات تو یہ ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔ لیکن اس دور میں

خود مسلمانوں کے ہاتھوں قرآن مجید پر کیا کیا مظالم نہیں ہو رہے

ہیں۔ اب تو مسلمانوں کی آبادی میں قرآن مجید عمل کیلئے نہیں

بلکہ محض عملیات کے لئے رہ گیا ہے۔ یا بقیہ اقبال مرحوم

کہ از بسین او آساں بمیری + اور یا جھاڑ پھونک اور تپ

چالسیوں کے ختم کئے گئے ہیں۔ اور یا اس لئے کہ خاص خاص

موقعوں پر اسکی آیات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی پسند کے

مطابق کوئی شکر الیکرا اور اس کا دلپند مطلب تراش کر اُسے

استعمال کر دیا جائے۔ ڈھونڈنے والے اپنے ہر فعل کے جوڑ کیلئے

اور ہر ازم اور نظریہ کے لئے وہاں سے کچھ نکال کر لانے کی سعی

کرتے ہیں۔ اس بھرنا پیدا کنار میں ان کو سب کچھ مل جاتا ہے۔

البتہ "اسلامی دستور" انہیں وہاں نظر نہیں آتا۔

پند برویوار | ایک دیندار ہمدرد قوم حاجی صاحب

نے فرمایا کہ میرا زادہ ہے کہ کچھ اپنے خرچ سے اور کچھ بعض حاجی

کو آمادہ کرنے کے قرآن مجید کی وہ آیات اور وہ احادیث و روایات

صلی اللہ علیہ وسلم جلی حروف میں ذائع کرادوں جن میں محالاً

کے درست کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور پھر انہی خوبصورت

قطعہات کو تمام مسلمان دکھانادوں کی دکانوں میں چاروں

طرف دیواروں پر لگا دوں۔ تاکہ ہر وقت ان پر نگاہ پڑتی ہے۔

اور وہ پڑھ کر عمل کے لئے آمادہ ہوں۔ یہ طور مثال چند آیتیں

یہ ذکر دیں :-

(۱) یا ایہا الذین آمنوا
أوفوا بالعقود۔آئے ایمان والو! کئے ہوئے
وعدوں کو پورا کر لیا کرو۔(۲) یا ایہا الذین آمنوا
اتقوا اللہ وقولوا قولا
سدا یذرا۔آئے ایمان والو! اللہ سے ڈرو
اور ہمیشہ سیدھی اور صاف
بات کیا کرو۔(۳) یا ایہا الذین آمنوا
لا تأکلوا أموالكم ضاعفا۔آئے ایمان والو! راصل سے دوگنا
چوگنا سود مت کھاؤ۔(۴) یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ
وذرُوا ما بقی من الربوا۔آئے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور
سود جو رہ گیا ہوا اسکو چھوڑ دو۔(۵) وزلوا بالقسط اس
المستقیم۔ ولا تجسسوا
الناس أشیاءهم۔اور تو لو سیدھی ترازو سے اور
مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی
چیزیں۔(۶) فادفوا الکیل ولیزانکم
لا تجسسوا الناس شیاءهمناپ اور تول پوری کرو اور
مت گھٹا دو لوگوں کو انکی چیزیں
دکے مسلمانو! جھوٹی باتوں کو
اپنے آپ کو بچایا کرو۔(۷) واجتنبوا قسول
الزور۔دکے مسلمانو! جھوٹی باتوں کو
اپنے آپ کو بچایا کرو۔(۸) اعدوا هو
اقرابعدل و انصاف سے ہر کام کیا کرو
یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور پرہیزگاری
کے زیادہ قریب ہے۔

(۹) ولعل للمطففین۔

بڑی بخوبی ہے ناپ تول میں
کمی کرنے والوں کیلئے۔(۱۰) ولا تأکلوا أموالکم
بنیکم بالباطل۔اور تم مت کھاؤ اپنے اموال
اپس میں ناجائز اور خلاف شریعت
 طریقوں سے۔

(۱۱) التاجر القصد وق

اور بطور مثال چند حدیثیں یہ پیش کر دیں :-
سچا امانت دار تا جرمیوں اور

الامین مع النبیین و

الصدیقین والشہداء۔

(۲) الحلف منفقۃ
للسلعة محقۃ
للبرکۃ۔(۳) من اقال نادماً
اقال اللہ عثراتہ

یوم القیامۃ۔

(۴) لا تبع ما لیس
عندک۔(۵) الخالب هم زوق
والحتکم ملحون۔اور فرمایا کہ شاید یہ پند بردیوارؑ ان مسلمان دکانداروں
کے لئے کچھ مفید ہو جائے۔ ورنہ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ آج
کل مسلمان تاجر خدا و رسول کے بتلائے ہوئے جائز
طریق تجارت سے بہت دور ہو کر کاروبار چلا رہے ہیں۔
”پند بردیوارؑ سے خود اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ
سعدی رحمہ اللہ کے مشہور شعر :-
مرد باید کہ گیرد اندر گوشش چہ گردنوشت ہمت پند بردیوار
کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے عرض کیا گیا کہ
عاجی صاحب! آپ کی ہمدردی اور جذبہ خدمت ملک
و ملت بھی سجا اور قابلِ مدد شکر ہے۔ تجویز کی افادیت سے
یوں تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ”پند بردیوارؑ“
بھی صرف انہی لوگوں کو فائدہ مند ہے جو ”مرد“ تو ہوں۔صدیقوں اور شہداء کے
ساتھ ہو گا۔تجھوٹی اور زیادہ قعیہ، سامان
تجارت کو چلا دیتی ہیں لیکن
اسکی برکت ختم کر دیتی ہیں۔جو شخص سودا پریشان ہو نیو لے
کے ساتھ سودا واپس کر دے۔اللہ اسکی غلطیاں قیامت کے
دن معاف فرمائے گا۔جو چیز تیرے پاس ملکیت میں
نہو لے نہ بچو۔جو شخص دودھ و سرسماں تجارت
لا کر بیچنے والا ہو اس کے رزق میں
برکت ہوتی ہے۔ اور جو ہنگامی
کے خیال سے مال بیوے وہ ملعون ہے۔اور فرمایا کہ شاید یہ پند بردیوارؑ ان مسلمان دکانداروں
کے لئے کچھ مفید ہو جائے۔ ورنہ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ آج
کل مسلمان تاجر خدا و رسول کے بتلائے ہوئے جائز
طریق تجارت سے بہت دور ہو کر کاروبار چلا رہے ہیں۔
”پند بردیوارؑ سے خود اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ
سعدی رحمہ اللہ کے مشہور شعر :-
مرد باید کہ گیرد اندر گوشش چہ گردنوشت ہمت پند بردیوار
کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے عرض کیا گیا کہ
عاجی صاحب! آپ کی ہمدردی اور جذبہ خدمت ملک
و ملت بھی سجا اور قابلِ مدد شکر ہے۔ تجویز کی افادیت سے
یوں تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ”پند بردیوارؑ“
بھی صرف انہی لوگوں کو فائدہ مند ہے جو ”مرد“ تو ہوں۔

ادبے پرواہی سے تباہ کر رہے ہیں۔ ان فلموں کے باعث لوگوں کا جین کس قدر بگڑ چکا ہے۔ اس کا اندازہ لگا نا کچھ مشکل نہیں۔ بالخصوص آج کے نوجوانوں کی اکثریت ان فلموں کے اثر سے یا تو عملی طور پر فحش بن چکی ہے۔ اور یا ذہنی طور پر جرائم پسند ہو گئی ہے۔ فلم سازی کا رواج بار محض جلب منفعت کی خاطر شروع کرتے ہیں۔ کوئی بلند مقصد ان کے پیش نظر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں لوگوں کے اخلاق کی تباہی اور سوسائٹی کے آئین کی بربادی سے کوئی دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ آج کے اکثر نوجوان جنہیں کل قوم کے رہنا ہوتا ہے۔ ان فلموں کے باعث گمراہ ہو رہے ہیں۔ قوم کی متعدد بیٹیاں جنہوں نے مستقبل کی نسل کو تربیت دینا ہے۔ آج خود غلط تربیت پا رہی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ آج سائے معاشرے میں آپ جو ہو وہی جو بد تہذیبی و بد اخلاقی، جو عیاشی و فحاشی ہے۔ اس کا سب سے بڑا منہج یہی فلمیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ایسی فلموں کی تیاری قانوناً بند کر دی جائے، اور ایسی فلموں کی نمائش پر مکمل پابندی عائد ہو تو ہمارے معاشرے بچانے سے فیصدی برائیاں فوراً دور ہو سکتی ہیں۔ پاکستان میں ایسی فلموں پر پابندی لگانے کی اسلئے اور بھی زیادہ ضرورت ہے کہ یہ ایک بالکل نیا ملک ہے۔ اور یہاں ایک نئی تہذیب، نئی معاشرت اور نئی سوسائٹی پیدا ہو رہی ہے۔ لگ بھگ یہاں اسی انداز میں پیش ہوئیں تو ہماری تہذیب و معاشرت کی نئی عمارت بالکل غلط اور کمزور بنیادوں پر کھڑی ہوگی۔ جو یقیناً افسوسناک ہے۔ دنیا کی یہ عظیم ترین مسلم مملکت نہایت اعلیٰ مقام صد کے پیش نظر وجود میں آئی ہے۔ چنانچہ ان مقام صد کی تعمیل تکمیل کے لئے لازم ہے۔ کہ عوام کو متاثر کرنے والی ہر برائی سے کامیاب احتساب کیا جائے۔

فلموں پر اس مختصر مگر ہر طرح سے جامع تبصرہ کے بعد

غالباً مرد سے مراد مرد مومن ہی ہے۔ جو کسی پند و عقلت کی سچی طلب میں ہو۔ اس کے لئے پند بردیوار بھی کافی لیکن اس دور تنزل و انحطاط کے ”نامردوں“ کے لئے تعوش کی بجائے ایسے نفوس قدسیہ کی ضرورت ہے جو قلوب میں تقویٰ اور اخوت کی جو ادھی کا پورا احساس پیدا کریں۔ اس کنبی کے ہاتھ آجانے کے بعد پھر دنیا و آخرت دونوں کے خزانے ہاتھ آجاتے ہیں۔ اور پھر خواہ پند بردیوار ہو یا کسی کی زبان سے سن لیا جائے بہر حال اثر انداز ہوگا۔ ورنہ قطعات و کالوں کی زینت تو بنیں گے۔ لیکن نہ کوئی پڑھو نہ ان پر عمل کرے گا۔

مشہور محقق عالم دین
مولانا ابوالاعلیٰ صاحب

سینما کی تباہ کاری

موددی سے مدیر فلمیشیا ظہیر احمد نقش نے فلم سازی کے متعلق انٹرویو کیا۔ کہ مولانا آپ بتائیے۔ فلم سازی کی صورت حال کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟

اس کے جواب میں حضرت مولانا موصوف نے

فرمایا ”میں فلم سازی کی موجودہ صورت کو سائے انسانی معاشرے کے لئے عموماً اور پاکستانی سوسائٹی کیلئے خصوصاً نہایت مہلک و نقصان دہ اور نامناسب سمجھتا ہوں موجودہ فلمیں انسان کو حق شناسی بخشنے کی بجائے باطل کا پیرو بناتی ہیں۔ آج کی فلمیں چاہے پاکستانی ہوں اور چاہے غیر پاکستانی۔ محض ادنیٰ قسم کے کاروباری انداز میں تیار ہوتی ہیں۔ ان میں رقص و سرور، رومان، عریانی، فحاشی اور جنسی کشش پیدا کر کے فلم ساز اپنی دکان کی رونق بڑھاتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ ان فلموں سے متاثر ہو کر عوام الناس اپنے آب و اجداد کے اخلاق کو کس طرح برباد

کہ تم ضرور نمازیں پڑھو یا کر دو۔ یہ تو جبر و اکراہ ہے۔ اور دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب کوئی بتائے کہ ایسے اساتذہ کی خدمت میں اور کیا عرض کیا جائے جو قرآن میں صرف لا اقرءوا الصلوٰۃ اور لا اکراہ فی الدین ہی دیکھتے ہیں۔ اور اس کے سوا اور کیا کہا جائے۔

گر ہمیں کتب و ہمیں علم است
کار پغلاں تمام خواہ شد

اس سلسلے میں کسی خیزد تبصرہ کی تو ضرورت نہیں۔ لیکن ایک طرف ان سیناؤں اور فلم سازوں کی یہ تباہ کاریاں ہیں اور دوسری طرف دیکھا جا رہا ہے کہ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں روز بہ روز سیناؤں کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ فلم سازی کی صنعت کو ترقی دیا جاتی ہے۔ اور عارضی طور سے ہندوستان کی فلموں کی درآمد کا جنسے پریشانی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ جس اخبار کو دیکھتے اس کے صفحات پر نمایاں طور سے قوم کے نوجوانوں کو موثر انداز میں دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اگر سینما ہالوں میں اپنے اخلاق و ایمان، غیرت و حمیت اور مال و دولت سب چیزوں کو بیک وقت لٹا دیں۔

ادھر مسجد میں واعظ کھڑے ہوتے ہیں تو یہ کہ
ادھر آلے سادوں کی گھٹا کچھ اور کہتی ہے

”لَا اَکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ“ کی نئی تفسیر

ایک شہر کی انجمن اسلامیہ کا مشاوری جلسہ تھا۔ انجمن کی نگرانی میں چند باغی سکول اور چند پرائمری سکول چل رہے ہیں۔ وہاں مشورہ میں کچھ زمانہ کے کسی ایک بزرگ نے فرمایا کہ بزرگوں پر نماز کی پابندی ضرور ہونی چاہیے۔ اور اس کا خاص اہتمام ہونا چاہیے۔ ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا کہ حضرت آپ لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ خود اساتذہ نماز کے پابند نہیں تو ان سے یہ توقع کب ہو سکتی ہے۔ کہ وہ لوگوں سے پابندی کرائیں گے۔ سب سے پہلے تو اساتذہ کرام سے عرض کیا جائے کہ وہ اس فریضہ خداوندی کا خاص خیال رکھ کریں۔ اس پر اساتذہ کرام نے ایک نمائندہ نے جو غالباً ”استاذ الاساتذہ“ ہی تھے، فوراً کھڑے ہو کر احتجاج کیا۔ کہ حضرات، آپ یہ کیا پابندی لگائے ہیں، قرآن مجید کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ لَا اَکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ، اس آیت کے ہونے ہوئے آپ کس طرح اساتذہ کو یہ فرما سکتے ہیں

بقیہ ص ۸۱۔ یہی کہ دنیا جن راستوں پر چل رہی ہے ان سب کو جموں کو اسلام کا راستہ اختیار کرو۔ اور اس کے خلاف جتنے جانتے ہوں ان کو مٹانے اور ان سے انسانوں کو بٹھانے کی کوشش کرو۔ سو صحابہ کی جماعت خود اس سیدھے راستے پر چلتی رہی۔ اور دنیا کو بھی اس کی طرف کھینچ لانے کی کوشش جاری رکھی۔ انہوں نے ہمیشہ اسی غرض سے جماد کیا، اس راہ میں اذیتیں اٹھائیں۔ نقصانات برداشت کئے۔ مالوں کو قربان کیا، ہنس ہنس کر جانیں دیں اور انہوں نے کبھی مصائب کے خوف اور منافع کے لالچ سے رفتار زمانہ کو اپنا مقتدا نہیں بنایا۔ یہ تھی اسلام کی دعوت انقلاب اور اس پیغام کی ضروری تفصیل جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دیا۔ جیسے روز روشن کی طرح حیاں ہے کہ اسلام دنیا کی مذہبی روایات، تمدن، معاشرت اور سیاست، ہر شعبہ حیات میں انقلاب کا خواہشمند ہے، وہ اس جدوجہد کی بنیاد و اساس خدائے قدوس کی رضا مندی و خوشنودی کے حصول اور ایک حقیقی کی ربوبیت اور مالکیت کے اعتراف پر رکھتا ہے۔ اور یہی جدوجہد و اعتراف امت مسلمہ کا معیار شناخت ہے۔

سائل و مسائل

(۱۳۸۵ھ)

سوال: ہر ایک لڑکی نے ایک لڑکے کے ساتھ اپنے اہتمام پر نکاح کرنا چاہا۔ کسی کے درجہ والدین سے کم کہ میں چاہتی ہوں کہ میرا نکاح اس لڑکے کے ساتھ ہو جائے۔ لڑکے میں خاندان یا اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے کوئی نقص نہیں تھا۔ لیکن محض ضد کی بنا پر والدین نے انکار کر دیا۔ لڑکی نے بڑی کوشش کی کہ وہ مان جائیں اور آپس کے اتفاق سے نکاح ہو۔ مگر وہ اور بھی اڑ گئے اور راضی نہ ہوئے۔ آخر لڑکی نے جو بالغہ تھی خود لڑکے سے بات طے کر دی۔ اور نکاح خوان کو بلا کر چند گواہوں کے سامنے اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔ والدین کو جب خبر ہوئی تو وہ بہت بگڑ گئے۔ اور انہوں نے کتنا شروع کر دیا کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ایک مولوی صاحب سے فتویٰ حاصل کیا مولوی صاحب نے لائیکاح الاہولی اور ایما اہل آفة نکحت، بغیر اذن ولیہا فکاحہا باطل، دو تین حدیثیں لکھ کر ثابت کیا ہے کہ یہ نکاح باطل ہے۔ اس لڑکے کی کوشش ہے کہ ہمارا یہ نکاح درست ثابت ہو، اس نے ایک عالم سے رجوع کیا تو اس نے فتویٰ دیا کہ جب لڑکی بالغہ ہے۔ اور اس نے اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کر دیا ہے تو یہ نکاح نافذ ہے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں کے علاوہ اس نے قرآن مجید کی آیت ولا تغضوبن ان ینکحن ازواجھن اذ انزلنا منہن ما ینھمن بالحق وف۔ اور آیت حتی تنکح زوجاً غیرک لکمی ہیں۔ اور ایک حدیث لکھی ہے الا یمحق حقہا من ولایتہا۔ ان دو متعارض فتوؤں کو دیکھ کر ہم حیران

ہیں۔ کہ :-
(۱) آیا واقعی اس بائے میں حدیثیں متعارض ہیں و متضاد ہیں۔ اور ہر فریق اپنے استدلال میں اپنی غرض کے مطابق حدیث کو لے آتا ہے۔ یا
(۲) ان دونوں فتوؤں میں سے کسی ایک میں کوئی حدیث غلط نقل کی گئی ہے۔ اور کسی جز کو چھوڑ کر طبیس و تذبذیب کی کوشش ہوئی ہے۔ لہذا آپ تفصیل کے ساتھ ہم کو مسئلہ کی حقیقت سمجھا دیجیے۔ اور ان احادیث کی تو جیسے مطلب بیان کیجئے۔ نیز یہ بھی بتا دیجیے کہ ائمہ کرام کا مسلک اس مسئلہ میں کیا ہے۔ خاص کر امام عظیم ابو حنیفہ کا مسلک کیا ہے۔ نیز یہ بھی بتا دیجیے کہ اس واقعہ خاص میں اب کیا فتویٰ ہے۔ اور کیا طریقہ اختیار کر دیا جائے۔ بتیوا او جہا وا۔

الجواب: ہر اس واقعہ خاص کے متعلق فتویٰ اور طریق کار بیان کر دینے سے قبل اصولی طور پر یہ مسئلہ واضح کر دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ آپ نہ صرف یہ کہ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھیں، بلکہ اس قسم کے دوسرے بہت سے مسائل ان تفصیلات کی روشنی میں سمجھ سکیں گے۔ دونوں علماء نے جو احادیث نقل کی ہیں۔ واقعی یہ احادیث موجود ہیں۔ لیکن واقعہ میں نہ ان میں کوئی تعارض ہے اور نہ یہ درست ہے کہ ہر فریق صرف اپنے مقصد ہی کے لئے اسے استعمال کرے۔ آپ ساری بات کو سمجھ لیجئے تو پھر آپ کے ذہن میں یہ بات آسکے گی کہ تعارض نہیں۔ ترمذی شریف کی

معلوم کر لے اور اس کی رضا مندی اور اجازت مناسب طریقہ سے حاصل کر لے۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تقریر کا خلاصہ ہے۔

الغرض امام ابو حنیفہؒ کے ہاں بھی دونوں کی رضا مندی ضروری ہے۔ لیکن وہ فرماتے ہیں کہ عند التعارض لڑکی کی رضا کو مقدم رکھا جائے۔ کیونکہ یہ معاملہ ایک بالغہ لڑکی کی اپنی ذات کا معاملہ ہے۔ اور اس کا اپنا حق ہے۔ ہاں حنفیہ نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ بعض مواقع میں تو ولی کا نکاح میں حاضر ہونا مستحب ہے اور بعض صورتوں میں اسکی حاضری واجب ہے۔ اگر ولی لڑکی کو روکے اور کسی حیلہ و تدبیر سے وہ راضی نہ ہوتا ہو تو شافعیہ کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ قاضی اس ولی کو ولایت سے معزول کر دے۔ اور اسکی بجائے دوسرا ولی مقرر کر دے۔ تاکہ وہ لڑکی کے نکاح کا سارا کاروبار سرانجام دے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ اگر لڑکی مرثیہ کے عوض اپنے کھنوں میں نکاح کر رہی ہے۔ تو ایسی صورت میں ولی

متعنت ہے تو اس کا کوئی خیال نہ رکھا جائے۔ اور نکاح

نافذ ہوا۔ ہاں اگر لڑکی نے غیر کھنوں میں نکاح کیا یا مرثیہ سے اقل میں نکاح کیا تو ولی کو حق حاصل ہے کہ اپنے اور اپنی قوم سے عار دفع کرنے کے لئے قاضی کے ہاں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے اور اثبات دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرا دے۔ لکھا ہو

فلا ھما السہا وایقہ۔ یا نکاح نافذ ہی نہیں ہوا لکھا ہو وایقہ الحسن المفتی بہ فی زماننا۔ مذاہب اربعہ کی اس تنقیح و تحریر کے بعد اب اس مسئلہ کی دلائل پر غور کیجئے۔ حدیث لانکاح الا بولی اور حضرت عائشہؓ کی حدیث ایما ھما آت نکحت بغیر ولی الخ، اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے لئے وجہ استدلال ہیں۔ خود ترمذیؒ نے پہلی حدیث کے بارے میں اختلاف ذکر کیا ہے۔ اگرچہ امام ترمذیؒ نے ان میں سے اصح

گوئی کہ نکاح کا معاملہ ایسا اہم معاملہ ہے کہ دونوں میں سے صرف ایک کے استیلاء و خود مائی سے یہ کام نہ کرنا چاہئے بلکہ ضرورت ہے کہ دونوں کی رضا ایک جگہ مجتمع ہو۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۱۲ میں فرمایا ہے کہ نکاح کے معاملہ میں صرف عورتوں کو اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار بھی نہیں دیا جاسکتا۔ لنقصان عقلہن وسوء فکرہن۔ وہ بہت دفعہ مصلحت و منفعت کو نہیں سمجھ سکتیں۔ اور وہ پورے طور سے حقیقت حال اور اصلاح کو نہیں جان سکتیں۔ لیکن بارہا غیر کھنوں میں رغبت کرنے لگ جاتی ہیں اور اس میں ان کی قوم کے لئے عار ہے۔ اسلئے شرعاً اولیاء کا بھی حق واجب کر دیا تاکہ مفسدہ کا سد باب ہو۔ نیز یہ ایک عام عادت اور فطری طریق کار ہے کہ مرد ہی قوام علی النساء ہوتے ہیں۔ اور قتل و عقیدان کے قبضہ و اختیار میں ہوتا ہے۔ عورتیں ان کی نگرانی میں ہوتی ہیں۔ تو نکاح میں بھی ان اولیاء مردوں کو شرط قرار دینا ان مردوں کی اہمیت اور واقعی حیثیت کو واضح کر دینا ہے۔ اور یہ قاعدت و بے شرمی ہے کہ ایک لڑکی خود محض اپنی رائے سے اپنے لئے شوہر منتخب کرتی پھرے۔ اس کا نشاء خلعت حیاء، اولیاء سے بے پرواہی اور آوارہ خیالی ہے۔ نیز یہ بھی تو ضرور ہو کہ نکاح و سفاح میں تمیز ہو۔ اور تمیز اسکی تشبیر سے ہو سکتی ہے۔ اور تشبیر کی بہتر صورت یہ ہے کہ لڑکی کے رشتہ دار اس نکاح میں موجود ہوں۔ اور ان کی اجازت و رضا مندی سے یہ کام ہو رہا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جائز نہیں کہ سارا اختیار اولیاء کو دیا جائے۔ اس لئے کہ وہ لڑکی کے لئے وہ سب کچھ نہیں جان سکتے جتنا وہ لڑکی اپنے لئے جان سکتی ہے۔ اور اس عقد نکاح کا اچھا برا نتیجہ تو اس لڑکی ہی کو پہونچے گا۔ لہذا ضروری ہوا کہ ولی اس لڑکی کی رضا مندی اس سے پوچھ کر

اسکو قرار دیا کہ اس سلسلہ سند میں ابو اسحقؒ اور ابو موسیٰ اشعریؒ دونوں واقعہ موجود ہیں۔ بہر حال اس سلسلہ میں کافی بحث کے بعد بھی ائمہ حدیث نے اس حدیث کو حسن بلکہ بعض نے صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ چونکہ امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق یہ حدیث نہیں اس لئے انہوں نے اسے مسند میں ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ ترجمۃ الباب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

عام طور سے حضرات غنیہ اس حدیث سے استدلال کا جواب دیتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے اثبات کیلئے متعدد دلائل پیش کرتے ہیں جو عام طور سے کتابوں میں منقول ہوتی ہیں ورنہ حاشیۃ الترمذی بعض من ذالک، لیکن ہم یہاں اس مسئلہ کے بارے میں ایک اور تحقیقی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ مگر اس مسئلہ کو کما حقہ سمجھنے کے لئے بطور تمہید ایک مقدمہ سمجھنا ضروری ہے۔ اور وہ مقدمہ یہ ہے: کہ ذخیرۃ احادیث کو پیش نظر رکھ کر خود کرنے سے یہ حقیقت ثابت ہو جاتی ہے کہ تمام وہ امور جن کا تعلق مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہو۔ اور ان کی نوعیت طرفین کے درمیان باہمی ایک معاملہ کی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امور کے سمجھائے اور مسلمانوں کو صحیح طریقہ پر اس کے سرانجام دینے میں یہ طریق تعلیم اختیار فرمایا ہے کہ آپؐ دونوں طرف کے لوگوں کی رعایت رکھی ہے۔ یعنی ہر فرقہ پر جو جو ذمہ داری پڑتی ہے، پوری تاکید کے ساتھ اسکو اسکی ذمہ داری محسوس کرائی ہے۔ اور اسکو اپنا فریضہ یاد دلا کر کار بند ہونے کی تعلیم دی ہے۔ لہذا عموماً ایسے امور کے بارے میں بظاہر حدیثیں متعارض نظر آتی ہیں۔ حالانکہ وہاں تعارض نہیں ہوتا۔ بلکہ آپؐ نے ہرگز وہ کو علیحدہ علیحدہ مخاطب قرار دے کر ہر ایک کے سامنے وہ پہلو زیادہ واضح فرمایا ہے جو پہلو اسکو زیادہ ذمہ وار ٹھہرانے والا اور اس پر سارا بوجھ ڈالنے والا ہے۔ تاکہ ہر ایک کو اپنی فکر پڑے۔ اور وہ پوری سعی و کوشش کے

ساتھ اس کے سرانجام دینے کی ذمہ داری سے عمدہ برآ ہو۔ اور نظم قائم کرنے کا یہ ایک نہایت بہترین اور کامیاب طریقہ ہے۔ اب ان معاملات میں متعارض حدیثیں دیکھ کر دونوں طرح کی احادیث کو بالکل ساقط کرنا بھی غلط اور کسی ایک جانب کو تیکر صرف اس پر مدار فیصلہ رکھنا بھی غلط۔ بلکہ درست طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر ان کی روشنی میں اس مجموعہ سے معنی مراد کو متعین کر دیا جائے۔ اور یقیناً اس مجموعہ ہی سے مراد کی تعیین ہو سکتی ہے۔ اس مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے چند مثالیں خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے:

اول زکوٰۃ کا معاملہ دیکھئے جس کا تعلق مال کے مالک معطی زکوٰۃ اور بیت المال کے مقرر کردہ عامل کے ساتھ ہے۔ دیکھئے اس بارے میں حدیثیں دو طرح کی ہیں۔ اصحاب مال موال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **سیأتیکم رکیب مبغضون۔ اہی العالمون۔** وانما تبغضونہم لانهزم الزکوٰۃ من اموالکم فان جاءکم فمحبواہم واخلوا بینہم و بین ما یبغون فان عدلوا فلا نفسہم وان ظلموا فعلیہم وارضوہم فان تما زکوٰۃ تکم رضاہم و لیدعواکم۔ رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۷)۔ اور مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۷ میں حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے: **جاءنا من اہی من الاعراب..... الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا اناسا من المصدقین یا تو نا فیظلمونا فقال ارضوا مصدا قیکم فقالوا یا رسول اللہ وان ظلمونا قال ارضوا مصدا قیکم وان ظلمتم۔** اور ایک اور حدیث بشیر بن الخصاصیہ کی روایت ہے: **مر قلنا ان اہل الصدقة یعتدون علینا فلکنم من اموالنا بقدر ما یعتدون قال لا۔** مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۵۷۔

پورا کرو۔ شوہر کے فرائض مبوی کے حقوق ہیں۔ اور مبوی کے فرائض شوہر کے حقوق ہیں۔ آپسے ہر ایک کو مخاطب کرتے وقت اس کو حقوق طلبی کی تلقین نہیں کی۔ بلکہ ادائے فرائض کی تاکید کی۔ تاکہ اس طرح خانگی نظام درست ہے۔ اور گھر کی زندگی خوشگوار ہے۔ چنانچہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن میں یہ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ عورت، کس قدر اپنے خاوند کی اطاعت کرے۔ وہ کہے تو جبل اصفہ سے جبل اسود تک اور جبل اسود سے جبل اصفہ تک پتھر اٹھا اٹھا کرے جایا کرے۔ اگر کسی خیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ مبوی خاوند کو سجدہ کرے۔ کسی مبوی نے شوہر کی شکایت کی تو فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے پھر کریں۔ لیکن دوسری طرف جب ازواج کو خطاب کرتا ہوا تو ان کو اپنی ذمہ واریاں سمجھائیں۔ اور ان سے فرمایا: اے اکل المؤمنین ایماناً احسنہم خلقاً و خیار کم خیار کہم لاهلہ۔ ایک شوہر نے مبوی کی شکایت کی تو فرمایا عورت کے مزاج میں ایک گوند کبھی ضرور ہے۔ اس سے کام لینا ہو تو اس پر صبر کرنا پڑے گا۔ اور اسی حالت میں اس کو فرائض ادا کرنے ہوں گے۔ اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: و عاشروہن بالمعروف۔ فان کرمتموهن۔

اسی طرح یہ بھی دیکھا جائے کہ اولاد کو تو والدین کی ہر مال اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اطع ابائک وان ظلمک اور الجنة تحت قدھی آمیک۔ اور فرمایا: و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة۔ لیکن دوسری طرف والدین کے ذمہ یہ لازم کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی جسمانی اور روحانی تربیت کیا کریں۔ اور ان کی تعلیم اور اصلاح اخلاق و اعمال کی کوشش کیا کریں۔ ان کے اچھے نام رکھیں، ادب سکھائیں، نکاح کا انتظام کریں وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات مکروہ

ارباب الاموال کو آپ نے ہی تعلیم دی۔ اور ان کو پوری شدت کے ساتھ یہ سمجھایا کہ تم زکوٰۃ ادا کرتے وقت ذرہ بھر لیں و پیش نہ کرو، بلکہ ہر حکم کی تعمیل پوری خوشدلی کے ساتھ کیا کرو۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاملین صدقہ کو فرمایا: ایاکم وکم انکم اموالکم۔ واتق دعویٰ المظلوم فانہ یلیس بینہما و بین اللہ حجاب۔ اور فرمایا المعتدی فی الصلۃ کما نہا۔ اس طرز عمل کا مبارک نتیجہ تھوڑے ہی عرصہ میں سامنے آگیا۔ کہ بجائے یا ہمیں شکوہ شکایت کے یہ نہ بتاتے گئی کہ ایک صاحب بکریوں کی زکوٰۃ میں ایک اعلیٰ درجہ کا بکرا پیش کرتے ہیں۔ عامل زکوٰۃ کہتا ہے کہ یہ تمہارے ذمہ واجب شدہ حق سے زیادہ مالیت کا ہے۔ اس سے کم درجہ کا بکرا دو۔ وہ امر ادا کرتا ہے کہ یہی دوں گا۔ عامل صدقہ کہتا ہے کہ میں یہ نہیں لے سکتا۔ اب دربار رسالت میں جھگڑا اس صورت سے آتا ہے کہ دینے والا زیادہ قیمت مال دنیا چاہتا ہے۔ اور عامل کم لینا چاہتا ہے۔

اسی طرح مردوں سے توارشاد فرمایا: لا تمنعوا النساء خطوطہن من للساجد اذ کما قال۔ گو یا کہ عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور مردوں کو منع فرمایا جاتا ہے کہ تم ان کو نہ روکو۔ لیکن جب عورتوں سے خطاب فرمایا تو فرمایا ان صلاۃ احد اکث فی محل عہا خیر من صلاۃتھا فی بیتھا۔ اذ کما قال۔ تو آپ نے عورتوں کو یہ سمجھایا کہ ان کی نماز جس قدر تشر کے ساتھ ہو اور لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہو وہ بہتر ہے۔ لہذا وہ مسجدوں میں نہ جایا کریں۔

اسی طرح مبوی اور خاوند کے حقوق و فرائض کے بارے میں آپ نے یہ طریق تعلیم پسند فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کے سامنے اس کے فرائض ادا کی ذمہ واریاں واضح کی جائیں۔ اور اسے سمجھایا جائے کہ دوسرے کا حق جو تم پر ہے وہ اس طرح

میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اور تنبیہ کی کہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اور دوسری طرف یہ بھی فرمایا: **رِیَا بِنِی عِبِلْ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ وَصَلَى آئِیْتِ سَاعَةِ شَاوَمِن لَّیْلِ اَوْنَهَارِ**۔ اور مقصد یہ تھا کہ تمہاری ذمہ داری تو یہ ہے کہ تمہاری طرف سے کسی کو کوئی رکاوٹ نہ ہونی چاہئے۔ باقی یہ کہ وہ کس وقت نماز پڑھیں یا کہ نہ پڑھیں وہ چیز دوسری ہے۔ مسلمان خود شرعی احکام کو دیکھ کر صحیح وقت پڑھیں گے۔ اور مکروہ وقت میں نہ پڑھیں گے۔

اور اسی طرح اطاعت امیر اور حقوق رعایا کی احادیث جو بظاہر متعارض نظر آتی ہیں، اسی قبیل میں سے ہیں۔ وہاں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ اسلوب بیان اختیار فرمایا ہے۔ آپ نے ہر فریق کو حقوق طلبی کی بجائے فرض شناسی کی تلقین کی ہے۔ عوام کے فرائض حکومت کے حقوق اور حکومت کے فرائض عوام کے حقوق ہیں۔ تو جب آپ نے رعایا کو خطاب فرمایا تو ان کو تو امراء کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور فرمایا: **رِیَا عَلَیْکُم بِالْسَمْعِ وَالطَّاعَةِ وَانْ اَقْسَا عَلَیْکُم عِبْدُ حَبَشَیْیِی مَجْلَعُ الْاَطْرَافِ الْاَن تَرَوْا مِنْهُمْ کَفْرًا بُولَحَا**۔ اور اسی مضمون کی اور بے شمار حدیثیں ہیں۔ لیکن جب امراء سے خطاب فرمایا تو ان کی ذمہ داریاں نہایت سخت بتلا دیں۔ اور فرمایا کہ اگر وہ پورا نہ کریں گے تو ان کیلئے سخت وعیدیں اور جہنم کی آگ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دونوں کے درمیان توازن و اعتدال قائم کیا جائے۔

اسی طرح ایک اور مثال سمجھ لیجئے کہ آپ مانگنے والوں کو سوال سے روکنے کے لئے سوال کی سخت مذمت کی۔ اور فرمایا کہ جو خمسوں درہم کے ہوتے ہوئے بھی سوال کرتے ہوں تو قیامت کے روز وہ **نَحْمُوشٌ وَخَلُّوْشٌ اَوَّلُکُمْ وُجْہٌ** ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور جب مالداروں سے خطاب ہوا تو آپ نے

فرمایا: **رِیَا اِنَّ لِّلْمَسْأَلِی حَقًّا وَلَوْ جَاءَ سِرَکْبًا عَلَی فَرْسٍ**۔ اور **اَمَّا الْمَسْأَلُ فَلَا تَنْهَرُ**۔ مقصد یہ تھا کہ ہر ایک اپنے اوپر ذمہ داری محسوس کریگا۔ اور بلا ضرورت سائلین سوال نہ کریں گے۔ اور مالدار کسی ضرورت مند کو اس بہانہ سے ڈانٹ نہ سکیں گے۔ کہ شرعاً تو سوال منع کیا گیا ہے۔ اس ضروری تمہید اور چند مثالوں کے بعد اب اس مسئلہ نکاح کے متعلق سمجھیں گے۔ نکاح کے بارے میں بھی حدیثیں دو طرح کی وارد ہوئی ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے خطاب فرمایا، تو فرمایا کہ ان پر ان کے اولیاء کا حق ہے۔ اور ان کے اذن کے بغیر وہ اپنا نکاح بھی نہیں کر سکتی ہیں۔ اور پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اگر ان کی رضا مندی حاصل کئے بغیر کوئی عورت محض اپنی خود دہائی سے کہیں نکاح کرے تو وہ باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، اس سے مقصد اذن حاصل کرنے کے لئے ہر عورت کو آمادہ کرنا ہے۔ تاکہ وہ بے شرمی نہ کرے۔ کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کی ناراضگی کے باوجود کسی نوری جذبہ کے ماتحت عواقب و نتائج سوچے بغیر کسی مرد سے نکاح کر بیٹھے۔ اور اس طرح نکاح کا اصل فائدہ جو صرف دو شخصوں کا ملنا اور ان کے درمیان محبت کرنا نہیں، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ دو خاندانوں کا ملنا اور ان میں ربط و تعلق پیدا کرنا ہے۔ اور تمدن کو خوشگوار اور پُر محبت بنانا ہے، فوت نہ ہو جائے۔ لیکن دوسری طرف یہ خطرہ بھی تھا کہ بعض اولیاء ناحق طریقہ پر عورتوں کو ستائیں گے۔ اور ایک شوہر ملنے کے باوجود محض اپنی ذاتی خواہشات اور رسم و رواج کی پابندیوں سے عورتوں پر ناروا دباؤ ڈالیں گے۔ اور بار بار لڑکیوں کا نکاح ایسی جگہ کرنا چاہیں گے، جس کے متعلق لڑکی کو یقین ہوگا کہ وہاں میرے لئے زندگی بسر کرنا وہاں جان ہوگا۔ تو اولیاء کے اس ناجائز دباؤ اور ناحق طریقوں سے مجبور کرنے سے عورتوں

کو بچانے کے لئے اولیاء کو خطاب فرمایا، تو یوں فرمایا، الا یم
لحق بنفسہا من ولیہا۔

الفرض ! احادیث میں تعارض و تضاد بالکل نہیں۔ بلکہ
حکیمانہ طور سے ہر مخاطب کو اس کے مناسب حال ہدایت فرمائی
گئی ہے۔ کہ عورت ولی کی رضا مندی حاصل کرے۔ اور ولی عورت
پر ناجائز باؤ ڈال کر جائز انتخاب سے آگے نہ روکے۔ اور دونوں مل کر
آپس کے مشورہ سے عقد نکاح کا یہ اہم کام سر انجام دیں۔

اب رہ گئی یہ عورت کہ ایک لڑکی ہر مثل پر اپنے کفو کے
ساتھ نکاح پر راضی ہو گئی ہے۔ بظاہر حالات مرد میں کوئی خرابی
نہیں جو ولی کے لئے وجہ اعتراض بن سکے۔ لڑکی نے ولی کی
اجازت و رضا مندی حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔ مگر وہ
اپنے حق کے زعم میں بلا وجہ معقول مانع بن رہا ہے۔ اور راضی
نہیں ہوتا۔ لڑکی نے عواقب کو سوچ کر اپنے لئے یہ مفید سمجھا
کہ اس مرد کے ساتھ نکاح کرے۔ چنانچہ اس نے گواہوں کے
سامنے قاعدہ شرعی کے مطابق نکاح کر دیا۔ تو کیا اب یہ نکاح
نافذ ہوتا یا نہیں ؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک اس مسئلہ
میں یہ ہے کہ نکاح نافذ ہوا ہے۔ اور الا یمہم بحق بنفسہا
اور لا تمسک البکر حتی تستأذن وغیرہ اس مضمون کی احادیث
اس مسلک کی تائید میں ہیں۔

اس مسئلہ کی پوری تحقیق علامہ سید انور شاہ صاحب
کشمری کی الملیٰ بخاری فیض الباری جلد ۳۔ اور علامہ مولانا
شبیر احمد عثمانی کی شرح مسلم المسشی بہ فتح الملہم جلد ۳ ص ۴۶۱
تامنہ میں موجود ہے۔

واقعہ مذکورہ بالا میں جب بالائے لڑکی نے کفو کے ساتھ
ہر مثل کے عموں طریقہ شریعت کے مطابق نکاح کر دیا ہے تو
وہ نکاح نافذ و منعقد ہے۔ لیکن اب بھی لڑکی کو اور اس لڑکے کو
ہر طرح سے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ لڑکی کے والدین راضی

اور خوش ہو جائیں۔ اور آپس کی ناچاقی ختم ہو۔ تاکہ یہ عقد قطع
رحم اور دو خاندانوں کی عداوت کا ذریعہ نہ بنے۔ بلکہ صلہ رحمی اور
دو خاندانوں کی صحبت و پیار اور ربط و تعلق کا موجب ہو۔ اب
جتنی کوشش اس بات میں صرف کی جاتی ہے کہ فتویٰ حاصل
کر کے والدین کو نا کام بنایا جائے اتنی کوشش بلکہ اس سے
بڑھ کر یہ ہونی چاہئے کہ ان کو اس عقد پر راضی کر دیا جائے۔ لیکن
اگر ہر ممکن تدبیر اختیار کرنے کے بعد بھی بلا وجہ وہ منکر ہے
ہوں تو یہ پھر ان کا قصور ہو گا۔ نکاح ہو چکا ہے۔ اور لڑکی اس
لڑکے کی بیوی ہے گی + (فقط)

بقیہ صفحہ ۲۲
تھے، خود حرم میں کھڑے اپنے ہاتھ سے ان بتوں کو توڑ
رہے تھے۔ اور ان تمثیلات کو جن کو آدم و حیلے و موسیٰ
کہا کرتے تھے، زعفران کے پانی سے متار خدا کے گھر،
خدا کے خلیل کے معمورہ کو بت اور بت پرستوں
کی نجاست و کثافت سے پاک کر کے اپنی چھٹی ہوئی
جائداد اور غضب کئے ہوئے گھروں میں آکر آباد ہو رہے
تھے۔ جس گھر سے ان کو نکالا گیا تھا، جس شہر میں انکو ذلیل
کیا گیا تھا، جس کعبہ کے طواف سے ان کو روکا گیا تھا۔
جس میدان میں قربانی کرنا ان کو محال تھا، آج وہی نادار
کمزور مسلمانوں کی جماعت دین کے تمام رسوم، مذہب
کے سب آداب اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ ادا کر رہی
تھی۔ اور کیا وہ خوشی کسی عید میں ہوگی جو آج ان کو میسر
تھی۔ ۷

سارے سلم علی رسول اللہ
مرحباً مرحباً رسول اللہ

مسلمانوں کیلئے چند غور طلب حقائق

سلسلہ

(۱۱۱۱)

اشاعت گذشتہ

اسلام اور امت مسلمہ

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی عظمت و برتری اور اس کے اعلیٰ ترین نصب العین کا پیغام خدا کی جانب سے تمام دنیا کے انسانوں کو دیا۔ اور بتایا کہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ وہ دنیا میں خلافت گیری کو قائم کرے۔ یہ تمام دنیا اسی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کے تابع فرمان ہے۔ جو حدود و حقائق کائنات کی طرف سے مقرر کر دی گئی ہیں ان کے اندر وہ کہ وہ اشیاء عالم پر حکومت کر سکتا اور ہر چیز سے اپنا کام لے سکتا ہے۔ انسان دنیا کی تمام مخلوقات سے اشراف ہے، اس لئے اسے سوائے اپنے معبود حقیقی کے کسی کے سامنے اپنا سر خم نہ کرنا چاہیے۔

جن سعید بندوں نے اللہ کے نبی کے اس پیغام کو سنا اور اسکو بہ دل و جان قبول کیا انہی بندوں کو بارگاہ الہی سے امت مسلمہ کا خطاب، خیر الامم کا تاج اور تسخیر ارضی و سماوی کی کنجیاں ملیں۔ اسلام نے عہد نبوت میں جو امت مسلمہ تیار کی اسکی امتیازی اور فرقیاتی شان دنیا کو علمی و عملی طور پر دکھا کر آئندہ نسلوں کو بتلا دیا کہ امت مسلمہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی اللہ کے حوالہ کر دے۔ زندگی کے ہر معاملے میں خدا کے ہر حکم پر تسلیم خم کر دے۔ اور اپنی ذہنی و فکری قوتوں پر کسی حال میں بھی خیر اسلامی اثرات اور افکار و تخیلات کو مسلط نہ کرنے دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مسلمانوں

کی تعداد تقریباً ایک لاکھ سے کچھ ناگتھی۔ یہی امت مسلمہ تھی، جس کو اسلام نے پیدا کیا۔ یعنی اسکو نیا دل، نیا دماغ، نئی عقل اور نئی زندگی بخشی۔ یہ ایک لاکھ کی تعداد ہی جماعت دنیا میں محض اللہ اللہ کرنے، ذکر و شغل میں مشغول رہنے، چلے کھٹنے اور اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بنانے کے لئے نہیں اٹھی تھی۔ بلکہ دنیا سے تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو مٹا کر انکی جگہ اسلام کا انسانیت پرورد اصلاحی پروگرام نافذ کرنے اور انسانی حکومتوں کو ختم کر کے خدا کی حکومت قائم کرنے کے لئے اٹھی تھی۔ قیام حق و عدل اس کا منصب اور جہاد و قربانی اس کا طرہ امتیاز تھا۔ امت مسلمہ کے افراد مصلح بنی نوع انسان اور عادم خلق تھے۔ دنیا سے بغی و فساد، کفر و شرک، ظلم و جمل اور برائی کو مٹانا اور نیکی کو قائم کرنا انکی عبادت تھی۔ یہ لوگ کاروان انسانیت کے رہبر تھے۔ انسانوں کی رہنمائی کرنا اور انکو غلط سے وابستہ کرنا انکی امتیازی شان تھی۔

عہد نبوت کے تمام مسلمانوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اسلام لاتے ہی ہم نے گویا اس امر کا عہد اور وعدہ کر رکھا ہے کہ ہم زندگی کے ہر معاملے اور ہر مرحلے میں خدا کے ہر حکم پر تسلیم خم کر دیں گے۔ وحی الہی نے ہمارے لئے جولاٹھ عمل مقرر دیا ہے وہ باوجود عبادت اور جو منزل متعین کر دی ہے، وہ منزل مقصود نیابت الہیہ ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام میں عبادت کا مفہوم تمام زندگی پر حاوی ہے۔ اس کے حلقہ میں ہر چیز سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا عمل داخل ہے۔ ذاتی

اور ملک اعمال میں کوئی تمیز نہیں۔ دین اور دنیا میں کوئی تفریق نہیں۔ اپنے تمام افکار و اعمال کو وحی الہی کے مطابق رکھنا عبادت اور اس کے خلاف اپنی خواہشات کی پیروی کرنا، یا باپ دادا کے رسم و رواج پر چلنا اور یا انسانوں کے وضع کردہ قوانین کو ماننا عدوان، بغاوت، معصیت اور نافرمانی و گناہ ہے۔

انہوں نے اسلام کے نظام فکر، نظام اخلاق اور نظام تمدن کی بنیاد کو قطعی اور یقینی طور پر ذہن نشین کر لیا تھا۔ اور سمجھ گئے تھے کہ ہمارا دین دوسرے ادیان کی طرح ایک دماغی آرائش کی چیز نہیں۔ اور نہ یہ دین آسمانی بادشاہت کا وعدہ کر کے ہمیں دنیا میں بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ بلکہ ایک تمدنی اور اجتماعی مضابطہ حیات بھی پیش کرتا ہے۔ یہ دین عقل کو اس طرح آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ خدا کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر نوع انسانی کو جس غار میں چاہے جاگرائے۔ بلکہ عقل سے صحیح طریقے پر کام لینا سکھاتا ہے۔ اسے ماحول کے سامنے جھک جانے، اخود اخلاق کے اصول متعین کرنے، معاشرت اور معیشت کی مشکلات کو حل کرنے اور سیاست و حکمرانی کا سینہ سامنے لانے کی اجازت نہیں دیتا۔

انہوں نے اللہ کی اطاعت اور غیر اللہ کی اطاعت کی حدود اور فرق کو جان لیا تھا۔ وہ زندگی کے ہر مسئلہ کو صرف اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے، ہر پیچیدہ معاملہ پر مسلمان کی طرح غور کرتے تھے۔ انہوں نے حکومت کی، تو خدا رسول کے حکم کے مطابق، تجارت کی تو حدود الہی کا لحاظ کرتے ہوئے، غیر قوموں سے تعلقات رکھے تو خدائی احکام کے ماتحت، اللہ دوستی یا دشمنی رکھی تو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں۔ انکا پختہ عقیدہ اور ناممکن التسخیر غزم تھا کہ ہمارا اصول صرف اللہ و رسول کی اطاعت ہے۔ کسی دوسرے کو اطاعت جزواً یا کلاً ہمارے حدود و عمل سے خارج ہے۔ خواہ کوئی بادشاہ

وقت ہو یا قارون، دوست ہو یا دشمن، نفس کی خواہش ہو یا شیطانی وسوسہ، ماں باپ ہوں یا رشتہ دار براہ راست اور مطلقاً کسی کی اطاعت کرنا ہمارے نقطہ نظر سے گناہ ہے۔ یہ تھا امت مسلمہ یا صحابہ کے فکر و اعمال کا ایک سرسری نقشہ۔ جس وقت وہ اسلام کے اس نظام کو لیکر اٹھے تو مقابلہ میں ساری دنیا تھی۔ اور حالت انکی یہ تھی کہ یہ فلسفے تھے، نادار تھے، نہتے تھے، بالکل بے سرو سامان تھے، ان کے پاس نہ دولت کے خزانے تھے، نہ بری و بھری فوجی طاقت، نہ یہودیوں اور نصرانیوں جیسی تجارت، نہ صنعتی، فنی، کیمیائی اور اشیاء عالم کی تحقیقات کر نیوالے ادارے اور نہ انسانوں کو تباہ و برباد کرنے والے آلات حرب۔ لیکن باوجود اس بے سرو سامانی کے وہ نہایت تلیل عرصہ میں ربع مسکون پر چھا گئے۔ صحرائے عرب سے طوفان کی طرح اٹھے اور دنیا کی بڑی بڑی مضبوط و مستحکم حکومتوں اور طاقتور قوموں کو پاش پاش کرتے اور روندتے ہوئے ایک طرف انڈس کے ایوانوں اور دوسری طرف چین کی چٹانوں سے جا ٹکرائے۔ اور ہر قسم کی ترقی و کامیابی نے بڑھ بڑھ کر ان کے قدم چومے۔

تاریخ اسلام کے اس زمانہ پر نگاہ ڈالو جو تاریخ عالم میں اپنی امن پروری، پاکیزگی اور تقدیس کے اعتبار سے کوئی نظیر نہیں رکھتا۔ اور جسے اسلام نے غیر القرون کا لقب دیا، یہ بابت صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ خلیفہ کے چند بندے جو تعداد میں تھوڑے اور مادی اسباب و وسائل سے محافا سے بالکل بے حیثیت تھے، اٹھے۔ اور ایک عالم کی کایا پلٹ دی۔ صرف حکومتوں ہی کو نہیں، بلکہ خلق خدا کے دلوں و حوٹوں اور عقول تک میں ایک عظیم الشان انقلاب و تبدیلی پیدا کر دی۔ اور ان مقتدر معین نے جو نقوش حیات

کرتی۔ بلکہ گردش ایام کو برہم کر کے اپنی قوت بازو سے نیچے دنیا بنایا کرتی تھی۔ وہ غیر الٰہی نظامائے حکومت کے ماتحت مطمئن ہو کر زہد و تصوف اور عبادت و ریاضت کے راگ نہیں الا پکرتی۔ بلکہ مردانہ وار ان کو بدل کر اسلامی نظام کو رائج کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیا کرتی تھی۔ حضرت علامہ اقبالؒ صحابہؓ کے اس پیغام حیات کو اپنے مخصوص انداز میں یوں بیان کرتے ہیں۔

مرد خود دار کہر کہ باشد پختہ کار با مزاج او نہ سازد و نہ نگار
گر نہ سازد با مزاج او جہاں! می شود جنگ آذما با آسمان

بر کند بنیاد موجودات را می دهد ترکیب تو ذرات را
گردش ایام را برہم زند چرخ نیلی فام را برہم زند

حضرات خلفائے راشدین وہ تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے تعلیم یافتہ تھے، آپ کی حیات طیبہ کے نمونہ اور حال و قال سے پورے واقف تھے، آپ ہی کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، مذہب اسلام کی روح، اس کے مقاصد و کلیات اور اسکی حکمتوں سے آشنا تھے، اس کے اصولوں کو سمجھتے تھے، اس کی تعلیم میں غور و فکر کرتے تھے۔ اس کا عقیدہ ان کی زبانوں سے گذر کر فکر و شعور پر حاوی ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ اسلام کی راہ و راست پر استقامت کے ساتھ چلتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے قول کے مطابق مباحث احکام قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وسلم ملت علیہ پیغمبر ہوا ہے ہیں۔ اس لئے اس ملت کے طریقوں کو باقی رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ اس کے احکامات مسائل میں سولے تھے تخصیص تعلیمات اور اوقات و حدود کی زیادتی و غیرہ کے اور کسی قسم کے تغیرات کا گذر نہ ہو سکے۔ سو صحابہؓ نے اسلامی تعلیمات میں کسی قسم کا تغیر نہ ہونے دیا۔ خطا کی کتاب اور امر کے نبی کا بتایا ہوا طریقہ کیا ہے؟

دنیا کے سامنے چھوٹے۔ آج دنیا کی تمدن و ترقی یافتہ اقوام اُنہی کا اتباع کر کے مادی منازل ارتقا طے کر رہی ہیں۔

دنیا حیران اور مسلمان پریشان ہیں کہ بات کیا تھی کہ وہ دنیا میں مسلمان ہو کر مغزوہ کامران تھے۔ اور ہم مسلمان کہلا کر ذیل و رسوا اور غلام و محکوم ہیں۔ مگر اس سے ابھی کوئی نتیجہ نکالنے میں ناظرین کو جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ اس مقام پر عند نبوت کے متعلق چند چیزیں اور سمجھ لینی چاہئیں۔ جو آئندہ چل کر نتیجہ نکالنے میں مدد دیں گی۔

امت مسلمہ کی مقومات و خصوصیات

باری تعالیٰ عزوجل نے جب منصب نبوت و رسالت کو جناب رسالت ﷺ پر ختم کیا تو آپ کے ذمہ صرف یہ کام نہ تھا کہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچا دیں، بلکہ یہ بھی آپ کے ذمہ تھا کہ ایک امت تیار کر دیں، تنظیم و ترقی کے اصول علم و عمل قائم کر کے دکھا دیں اور دنیا والوں کو خدا کی حکومت کا عملی نمونہ دیدیں۔ اس کے بعد آپ کے خلفاء راشدین اور آئمہ اے تابعین کو ہدایت کر دی کہ حکومت الٰہی کے نصب السین کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ اور اس کے حصول کا جوائحہ عمل اللہ کا نبی عملاً دکھا گیا ہے اسکو کسی حال میں بھی نظر انداز نہ کریں۔ نیز ان کو تاکید کر دی کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی و پابندی میں ہی رہیں۔ زمانہ کی ضرورت کے مطابق قانون الٰہی کی تبلیغ اور امت کی ہدایت کا کام انجام دیں۔ اور وہ اپنے طریق فکر اور روش حیات سے انبیاء و نسلوں کو بتلا دیں کہ زمانہ کی رفتار و فطری نشو و نما، ماحولی و فضا تمدنی اثرات اور اختلاط و ارتباط سے کنارہ کش اور بے نیاز نہ ہو کہ امت مسلمہ یوں منظم ہوتی اور بنا کرتی ہے۔ نیز یہ کہ اللہ والی جماعت فضائے ماسوا کا کار کے ساتھ توافق و تطابق نہیں پیدا کیا

فَسَاحِ مَلکہ کا کڑو فر

یتیم ابوطالب پانچ ہزار جان نثاروں کے جھرمٹ میں
مکہ میں معبودات باطل کی حکومت کا آخری دن

پیائے صبر چمکا دیا۔ اور باب عالی سے ہجرت کا حکم صادر ہو گیا۔
مسلمین مکہ کے بچے بوٹے عورتیں مرد سب اپنے عزیز و
اقارب گھر بار چھوڑنے کے لئے پہلے ہی سے تیار تھے۔ حکم ملتے
ہی دود و چار چار کر کے اپنے وطن کو غیر باد کہنے لگے۔ یہاں تک
کہ بیت الامن مدینہ میں پہنچنے سے زائد نفوس داخل ہو گئے۔
جس میں تقریباً نو عورتیں تھیں باقی مرد۔ ان کے روانہ ہونے اور
پہنچنے کے بعد سرکار مظلومان کو بھی ہجرت کا حکم مل گیا اور
آپ بھی اپنے رفیق کار حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لے کر
اور مکہ سے روانہ ہو گئے۔

مدنی صحابہؓ نے اپنے ماہر بھائیوں کا جس جوش اور محبت
کے ساتھ استقبال کیا، آج دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔
انصار آرام سے بیٹھے اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ مگر خدا کے
مظلوم بندوں کو پناہ دیکر کفار مکہ اور یودان عرب کے خواہ مخواہ
دشمن بن بیٹھے۔ لیکن سعادت ابدی اور رفوان آہی کے
پاسوں اس دھکتی آگ میں کود کر گلازہ غلیل کی آبیاری میں پوری
قوت صرف کر کے دین آہی کے کمزور ستونوں کو اپنے خونوں اور
عزیز جانوں سے استوار فرمایا۔ جو یہودی مقابلہ کا چیلنج دیتا ہر ہلکے
روک تھام کرتے، جو کئی آمادہ پیکار ہوتا ترکی ترکی جواب دینے کی
کوشش کرتے، جس ماہر کی جان خطرے میں دیکھتے بے چین ہو جاتے۔

خدا کی غلامی، جبار و تبار کی حکومت میں، زمین کے اوپر
آسمان کے نیچے خدا کے محبوب، تخلیق کائنات کے باعث
روحی خدائے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار رفقاء پر
کفار کی چیرہ دستیایاں بے اندازہ تعدادیں جس ہولناک صورت
میں ابتدائی تیرہ سال تک ہوتی رہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ خدا کا حکم
بہت وسیع تھا۔ طرح طرح پر تکلیفیں دی جاتی رہیں۔ اور ان کے
ہر قسم ایجادیں پر صبر و شکر کی تلقین کی جاتی رہی۔ ورنہ زمین
پھٹ جاتی اور سب اس میں سما جاتے، آسمان ٹوٹ پڑتا
اور سب کو بھسم کر دیتا، ایک آواز نکلتی اور سب کی روح پرواز
کر جاتی، پہاڑ گر پڑتے اور سب اس میں پیوند سنگ بن جاتے
آگ اترتی اور سب کو جلا کر خاک کر دیتی، پتھر برستے اور سب کو
چکنا چور کر دیتے، غرض جو کچھ بھی ہو جاتا وہ کم تھا۔ مگر شہنشاہ
عالم کی ڈھیل اور سرور کائنات کا معبر دونوں نے مل کر مملکت
کے عذابات سے محفوظ رکھا۔

یہ اندوہناک مظالم برداشت کرنے والے انسان تھے
اور انسانی روح ان کے اجسام میں ساکن تھی۔ کفار کی انتہا
پسندی پر بیخ لٹھے۔ ایک جماعت مضطرب ہو کے سرکار مظلومان
میں جا کر داد خواہ ہوئی۔ مگر خدائے مظلومان نے موجدین ظلم و ستم
کو پھر ڈھیل دیکر ڈال دیا۔ مگر لیں و نمار کی گود شوں نے آخر میں

کرنے لگے۔

لیکن باوجود کفار کے خلبہ کے پھران کے وہی طرز ستم جاری ہے۔ عہود و پیمان توڑے گئے۔ خلاف معاہدہ باتوں کا ارتکاب ہونے لگا۔ اور مسلمان ہر کڑی سی کڑی معصیت سے جو انگریزوں کے ساتھ بغلیں ہوئے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب تقدیراً حد سے زیادہ ہوئیں اور مسلمان مجبور و مضطر ہوئے تو خدا نے اپنے نبیؐ پر حکم نازل کیا کہ اے نبیؐ لیجئے وہ مبارک وقت آگیا کہ کعبہ، کعبہ کے مالک کے لئے تمام بتوں اور بت پرستوں سے خالی کر دیا جائے۔ کہ اور اسکی سر زمین اوثان و معابد کی کثافت سے پاک کر کے محض ہمارے نام کی پکار کا مرکز بنایا جائے۔ آپ اور آپ کے رفقاء جاگ اس مبارک سر زمین کو اپنے ظفر مند پرچوں اور زین و آسمان کی چیر دینے والی پر جوش تکبیروں سے گونج دیں۔

چنانچہ رمضان کی دسویں تاریخ کو خدا کا رسول اپنے سات سو ماجرین اور چار ہزار انصار کے جھرمٹ میں مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ یہ ہزار لشکر جس منزل پر جاگ قیام کرتا وہاں ایک میلہ لگ جاتا۔ جن دروں سے ہو کر گذرنا فلک بوس نعروں بڑی بڑی چٹائیں مرتعش ہو جاتیں۔ قیدیہ ہونچکر ہر ہر قبیلہ کے جدا جدا سردار مقرر کئے گئے اور ان سب کا مجموعہ یعنی سات ہزار چھ سو افراد کی گردنیں ایک اور صرف ایک شخص کی جنبش ابرہہ پر جھکی ہوئی تھیں۔ ملاحظہ فرمائیں پوچھتے پوچھتے دس ہزار فوج شہنشاہ اسلام کے کمان میں داخل ہو گئی۔ اور سب ذوق برق لباسوں، چمکتی تلواروں، چمچاتے تیروں کے سیالوں میں قدم اٹھاتے خائے کعبہ کے دروازہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

قریش بالکل بے خبر تھے گردلوں میں چوڑھا، ڈڈیجے تھے کہ ہماری بدعہدیاں عنقریب رنگ لائے والی ہیں۔ بعض مبصرین

بار بار منظم ہوائیاں لڑنا پڑیں۔ مختلف موقعوں پر جانوں کی بازیاب لگیں مگر وہ انتہائی ثبات کے ساتھ اٹھے تھے۔ بدو حنین اور غزوہ تبوک و غطفان کے ہنگامے انھیں کی بدولت سر ہوئے۔ آفتاب اسلام کی کرنیں جن مقامات تک نہیں پہنچیں تھیں، محابات حاکم انھیں کی تلوار اور مخلصانہ کوششوں کی بدولت چاک ہو کر منہ ہوئے۔

مگر جس قدر اسلام کے بہادر سپاہیوں کی قوت بڑھتی جاتی خدا اور خدا کے رسول کے دشمن کفار مکہ کے دلوں میں بغض و عناد بڑھتا جاتا۔ جیسا کہ حدیبیہ تک پہنچکر اسلام کے لشکر کو رک جانا پڑا۔ کفار کہتے تھے کہ ہم خضر حنین مکہ کو اس ٹھانڈا اداس شان کے ساتھ حج کرنے کے لئے مکہ میں نہیں گھسنے دیں گے۔ سرکار کا وجود گرامی محل کا عادی تھا۔ بظاہر اس نا واجب صلح پر تیار ہو گیا۔ اور بغیر حج کئے مکہ کے قریب پہنچکر مسلمانوں کا یہ ہزار لشکر پھر مدینہ واپس آگیا۔

اس مغلوبانہ صلح نے بعض دلوں کو سخت بھروح کیا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم دہک کیوں صلح کریں۔ بدر میں ہم تین سو تیرہ تھے۔ تو ان ہزاروں کے چٹھیرے اٹاتے تھے۔ اور آج تو ہم اتنے ہیں اگر حملہ کی اجازت ہو جائے تو آج ہم مکہ کی آبادی کا تختہ الٹ سکتے ہیں۔ مگر مالکِ خلق نے اپنے ستم رسیدہ مظلوم بندوں کے زخمی دلوں پر رحم رکھا۔ اور پر وائے خوشنودی عطا کر کے اس مبارک قریب کے لئے دوسرا وقت مقرر فرمادیا۔

اس صلح نامہ میں جو کچھ لکھا گیا اس میں ایک یہ بھی بھیجی کہ مسلمان اگر کوئی کفار کے قبضہ میں جائے گا تو وہ واپس نہ کریں گے۔ اور کافر اگر مسلمان کے تسلط میں آجائے گا تو وہ اس کو نہیں روک سکتے۔ مسلمانوں کو یہ چیزیں بہت ناگوار تھیں۔ مگر حکم خدا تھا مجبور ہو گئے اور اس موعودہ وقت کا انتظار

اور نہ انہ کے نشیب و فراز سے واقف جمع ہوئے اور طے کیا کہ مدینہ میں سرکار کے پاس ایک وفد بھیجا جائے جس کے ذریعہ سے ازسرفہ تجدید عہد کی جائے۔ اور گزشتہ جرمنوں کی عذرخواہی کے کے خوبصورت طریقہ سے مصالحت نامہ پھر سے مرتب کر لیا جائے۔

اسی مشورہ کے مطابق بدیل بن ورقا اور ابوسفیان حکیم بن حزام مدینہ جانے کے لئے مکہ کے حصار سے باہر نکلے مگر انظران کے قریب پہونچکر انہیں محسوس ہوا کہ تمام وادی میں ایک آگ سی لگی ہے۔ بدیل نے کہا شاید بنو قراہہ اپنا بدلہ لینے کے لئے آ پہونچے۔ ابوسفیان نے کہا کہ نہیں ان کے پاس اتنا بڑا لشکر کہاں، معلوم ہوتا ہے ایران یا روم نے عرب کو پامال کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

اسی اثنا میں حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو دیکھ لیا اور وہیں سے پکار اٹھے۔ اے ابوحنظلہ کہاں ہو۔ حضرت عباسؓ کی زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں سے بڑی دوستی تھی۔ ابوسفیان نے پوچھا اے دوست یہ کون فوج قریب میں خیمہ زن ہے۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا، کم بخت، بے خبر سمجھے معلوم نہیں کہ یہ سرودھن و مکان کے خلام ہیں۔ ابوسفیان اس عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر سٹ پٹا سے گئے اور گھنگمی بندھ گئی۔ پھر جب حواس درست ہوئے تو پوچھنے لگے اچھا اب اے دوست بتاؤ کہ کیا کیا جاتے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ناواقفیت میں کہ میں داخل ہو جائیں گے تو مکہ کے سب بازار کھلے ہوئے ہوں گے۔ لوگ اپنے گھروں سے باہر سودا سلف لے رہے ہوں گے۔ صحابہ کرام کے ہاتھوں کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ خلع کسلے کچھ ایسا کہ وہ کہ میں خون کی ندیاں نہ بہہ جائیں۔

حضرت عباسؓ نے کہا کہ اور تو کوئی صورت نہیں سوا احو اس کے تم خود دربار نبوت میں چل کر عرض کرو۔ سفارش میں

کر دوں گا۔ اگر سرکار قبول فرمائیں گے تو کچھ نہوگا۔

حضرت عباسؓ سے ابوسفیان کو تو اپنے ساتھ لے لیا اور بدیل و حکیم مکہ واپس ہو گئے۔ تاکہ مکہ کی ناواقف پہلک کو اس دہشت ناک منظر سے آگاہ کریں۔

شکر اسلام میں ابوسفیان کے داخل ہوتے ہی ایک پکار پڑی کہ لو آپ اپنی فوج میں صیاد آگیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دمت بقذفہ تیار ہو گئے کہ ابھی ختم کر دیں گے۔ مگر حضرت عباسؓ نے فوڈا ان کو روک دیا۔ اور کہا میں ان کو اپنی امان میں لایا ہوں۔ اس کے بعد آپ ان کو حضور کے پاس لے گئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ ابوسفیان امان کے طالب ہو کے آئے ہیں۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر حضرت عباسؓ نے سفارش کی پھر آپ نے منہ پھیر لیا۔

ابوسفیان نے عرض کیا حضور تو بڑے رؤف و رحیم ہیں ہم لوگوں نے آپ اور آپ کے اصحاب پر بہت ہی مظالم کئے ہیں۔ مگر آپ کے کریمانہ الطاف سے ہمیں امید ہے کہ آپ دگلد فرمائیں گے۔ اور اجازت دیں گے کہ میں مکہ میں جا کر امن عام کا اعلان کر دوں۔ سرکار نے ارشاد فرمایا ابوسفیان یہ نہیں ہو سکتا۔ تمہاری صرف اتنی رعایت کی جا سکتی ہے کہ تمہیں خود امان دیجاتی ہے۔ ابوسفیان نے عرض کیا حضور مجھے صرف اگر امان مل گئی تو کیا، قوم تو سب ہلاک ہی جائیگی۔ باب عالی سے ارشاد ہوا اچھا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کو بھی امن مل جائیگا۔ ابوسفیان نے پھر عرض کیا کہ سرکار کا فضل میکہ لشکر جس وقت کہ میں داخل ہوگا تو سب لوگ ناواقف ہوں گے کوئی بازاروں میں باطلینان سودا سلف لینے میں مشغول ہوگا۔ کوئی تجارتی کاموں میں مصروف نہ رہے گا۔ غرض کہ سب بازار کھلے ہوں گے۔ آپ کے پوچھنے کے بعد جب تک اعلان ہو ہو اور لوگ میرے گھر میں داخل ہوں، ایک مخلوق کثیر تیغ ہو جائیگی۔ دوسرے ابوسفیان کا مکان ہی

اس قدر کماں وسیع ہے جس میں پورا مکہ داخل ہو سکے۔ آپ کا رحم و کرم بہت وسیع ہے۔ ضرورت ہے کہ اور تعمیم فرمائی جائے۔

ابوسفیان جیسے متکبر اور مغرور انسان کی زبان سے اس قسم کے جملے سنکر سرکار نے تبسم فرمایا اور حکم ہوا کہ اچھا بو شخص ہمارے شکر کو دیکھ کر اپنے گھر میں داخل ہو جائیگا اسکو بھی امن دیا جائیگا۔ ابوسفیان نے پھر عرض کیا کہ حضور یہ بھی آپ کے دریا کریم کے سامنے پہنچ ہے کچھ اور وسعت ہونی چاہیے۔ دریا میں کریم کو جوش آیا اور ارشاد ہوا، اچھا ہمارے شکر کو دیکھ کر جو شخص بھی ہتھیار ڈال دے گا وہ مامون ہوگا۔

ابوسفیان پروانہ جان سپاری سنکر خوش خوش کریم میں داخل ہوئے اور سب کو جاکر اجڑا سنایا اور فرمایا کہ بس اب مکہ میں لات و غزوی کی حکومت کا آج آخری دن ہے۔ آج کے بعد اب کبھی نبیوں اور بت پرستوں کے یہاں نام تک نہ لئے جاسکیں گے بس صرف ایک خدائے تعالیٰ کی پرستش ہوگی۔

بڑے بڑے چوٹی کے کفار پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے یہ مبارک منظر دیکھ رہے تھے کہ ابوطالب کا قیم ناقہ سوار دس ہزار کاٹھی دل لشکر اپنی کمان میں لئے ہوئے فتحمدی و نصرت کے پرچم لہراتا ہوا کعبہ کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ صحابہ کرام جوش کے ساتھ پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ اے قریشی فرزندو! آج ہم تم سے اپنے مظالم کا بدلہ لیں گے۔ اور ایک کے بدلے دس کے خونوں سے اپنی تلواروں کی تشنگی بجھائیں گے۔

ابوسفیان بھی ان کفر کی جماعت میں کھڑے یہ جوش بھرے کلمات سن رہے تھے۔ دوڑ کر قصو کی نکیل بکڑی۔ اور عرض کیا حضور آپ کی جماعت بد محمدی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ سعد بن عبادہ ایسا کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔ آپ نے ابوسفیان سے کہا۔ گھبراؤ نہیں۔ آج کا دن یوم العقاب نہیں

ہے۔ بلکہ یوم الرحمت والعاطفیت ہے۔ تم اطمینان رکھو۔ مقام ذی طوی میں پہنچ کر آپ نے شکر بندی فرمائی اور کل شکر کے کئی ٹکڑے کر کے ایک ایک سردار کی ماتحتی میں مکہ کے اطراف سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور خود ادا فر کے راستے سے روانہ ہوئے۔ ان سب کو حکم تھا کہ دیکھو جب تک تمہاری جان پر نہ آئے تنوار نہ اٹھانا۔ الغرض ان دستوں کی روانگی ہونے لگی، چاروں طرف سے شکر اسلام کی آمد دیکھ کر قریش سے نہ بھاگیا اور اپنی قدیم سطوت و مہولت کو فنا ہونے دیکھ کر آپ سے باہر ہو گئے اور میدان میں مقابلہ کے لئے نکل آئے۔ چنانچہ سیف اللہ سے ایک معرکہ بھی ہو گیا۔

حضور نے موقع جوں میں پہنچ کر غسل فرمایا۔ اور کھانا تناول فرما کر خدمت کی جانب سے مسی الحرام روانہ ہوئے۔ دامنہ جانب رفیق غار حضرت صدیق تھے۔ بائیں جانب اسد بن حضیر بلال بن رباح۔ اور عثمان بن مظفلہ محمد بن مسلمہ کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل تھی۔ سواری پر بیٹھے بیٹھے احرام کے دنیا و دین کا یہ واحد سرتاج خدائے کعبہ کے گھر میں داخل ہوا۔ حجر اسود کا بوسہ دیکر پہلی تکبیر بلند فرمائی، جس پر دس ہزار اور تکبیروں نے مکہ کی آبادی کو ہلا ڈالا۔ طواف کر کے آنحضرت اونٹ پر سے اتر پڑے اور حرم کے بتوں کو جو ہشت دھارت سے محکم کئے گئے تھے کہ اگر کدال وغیرہ سے بھی انکو توڑا جاتا تو نہ ٹوٹتے۔ سرکار ہر بت کو اپنی لاشی سے حرکت دیتے اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑتا۔ عوب کے بڑے خدائے لات، منیل، عزیسی، وود، منات نامکہ بلند مقامات پر منصوب تھے۔ آثار ضعیف الطالب والمطلو کا مظہر پورا کیا گیا۔

الغرض اس طرح خدا کے یہ دس ہزار بندے جنگو آج سو آٹھ سال پہلے مکہ کا بچہ بچہ ذلت و حقارت سے ٹکڑا رہا۔ اور حرم

(۳۵)	فقہ اکبر ص ۱۴ آخری	(۹۱)	" ۲۵ ج ص ۸۸، ۸۷
(۳۶)	شرح فقہ اکبر ص ۱۳۶	(۹۲)	" ۲۸ ج ص ۷۸
(۳۷)	تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۰۱ و ۱۸۳ و ۱۸۴	(۹۳)	درمنثور ج ۲ ص ۳۴، ۳۳
(۳۸)	" " ج ۴ ص ۱۲ تا ۱۴	(۹۴)	" " ۲ ص ۲۳۸ تا ۲۴۲
(۳۹)	" " ج ۲۵ ص ۵	(۹۵)	" " ۴ ص ۲۰
(۴۰)	" " ج ۲۸ ص ۵۶	(۹۶)	روح البیان ج ۱ ص ۱۷۷
(۴۱)	تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۵ و ۳۴۶	(۹۷)	" " ۲ ص ۳۵ و ۳
	و ۳۴۷ و ۵۸۴ تا ۵۸۵	(۹۸)	" " ۲ ص ۴۰ و ۴۱
(۴۲)	" " ج ۲ ص ۱۲	(۹۹)	" " ۲ ص ۴۰ و ۴۱
(۴۳)	" " ج ۳ ص ۱۴ و ۱۲۱	(۱۰۰)	" " ۷ ص ۱۸۷
(۴۴)	" " ج ۴ ص ۱۳۲ و ۳۴۲	(۱۰۱)	" " ۸ ص ۳۸۵ و ۳۸۴
(۴۵)	تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۱۳	(۱۰۲)	تفسیر ابن السعود ج ۱ ص ۲۳۶، ۲۳۱، ۲۳۲
(۴۶)	" " ج ۲ ص ۲۵۵ و ۴۵۸	(۱۰۳)	" " ۱ ص ۳۹۵ و ۳۹۶
(۴۷)	" " ج ۳ ص ۴۷۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹	(۱۰۴)	" " ۲ ص ۷۰ و ۷۵
(۴۸)	" " ج ۳ ص ۵۰۳ تا ۵۰۵	(۱۰۵)	" " ۴ ص ۲۱۳
(۴۹)	" " ج ۴ ص ۴۹۸ و ۷۰۰	(۱۰۶)	" " ۵ ص ۲۸
(۵۰)	" " ۵ ص ۷۹۵	(۱۰۷)	تفسیر جلالین ص ۳۵۴، ۳۵۰، ۳۰۷
(۵۱)	" " ۷ ص ۴۵۲	(۱۰۸)	" کمالین ص ۳۵۳، ۳۵۰، ۳۰۷
(۵۲)	روح المعانی جلد ۱ ص ۲۸۷	(۱۰۹)	" جامع البیان ص ۳۵۳، ۳۵۰، ۳۰۷
(۵۳)	" " ۳ ص ۱۲۵ و ۱۵۷ تا ۱۶۱	(۱۱۰)	" صاوی ج ۳ ص ۲۸۱
(۵۴)	" " ۶ ص ۱۰۷، ۱۰۹ و ۱۲۱	(۱۱۱)	" " ج ۴ ص ۵۶
(۵۵)	" " ۷ ص ۴۰، ۴۹	(۱۱۲)	" مدارک ج ۱۲ ص ۱۵۲، ۹۳
(۵۶)	" " ۸ ص ۱۰	(۱۱۳)	" " ۲ ص ۱۱۵، ۲۰۸
(۵۷)	" " ۱۰ ص ۷۷، ۷۳	(۱۱۴)	" اکیلیں ج ۳ ص ۲۸
(۵۸)	" " ۱۴ ص ۸۲، ۴۱	(۱۱۵)	معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۴۲
(۵۹)	" " ۱۷ ص ۸۴ و ۸۵	(۱۱۶)	" " ۴ ص ۳۰۰، ۳۰۳، ۳۰۴
(۶۰)	" " ۲۲ ص ۳۹، ۳۳، ۳۲	(۱۱۷)	بیضاوی ج ۱ ص ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۲۴۷

بانی فتنہ انکار حدیث سے ملاقات

(مولوی حکیم نور الدین صاحب اجیری)

کہ ایک زمانہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جس کا نیچے کا دھڑ بیکار (زمن) ہو گا۔ وہ اپنے تخت (اریک) پر سہارا لئے بیٹھا ہو گا۔ جب میری حدیث اسکو سنائی جائے گی تو وہ اس کے ماننے سے انکار کرے گا۔ اور کہے گا "ما وجدنا فی کتاب اللہ اتحصلاً" (حضرات محدثین نے اس فقرے کے دو معنی بیان کئے ہیں (۱) ہم نے کتاب اللہ میں ایسا نہیں پایا کہ ہم اسکی اتباع کریں۔ (۲) ہم جو کتاب اللہ میں پائیں گے اسی کا اتباع کریں گے)۔

فصل الدین کی زبانی اتنا تو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ شخص (عبداللہ چکڑالوی) حدیث نبوی کا منکر ہے۔ اور علم دین کے بارے میں صرف قرآن پر مصر کرتا ہے۔ لیکن مجھے اس کا علیہ صورت نشست وغیرہ کو بھی دیکھنا تھا کہ آیا حدیث شریف کی پیشین گوئی اس پر منطبق ہوتی ہے یا ابھی اس علیہ کا دوسرا گم کردہ راہ آئے واللہ۔ چنانچہ میں اپنے عزیز ہم درس مولوی محمد عباس اور فضل الدین کے ہمراہ چکڑالوی صاحب کو دیکھنے کے لئے گیا۔ ہم وہاں اس وقت پہنچے جبکہ غار مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔

عبداللہ صاحب چکڑالوی جس مکان میں رہتے تھے اس کا صحن اچھا خاصہ وسیع تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ اس لئے سب لوگ صحن ہی تھے۔ چکڑالوی صاحب اپنی جماعت کے لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز باجماعت پڑھنے

آب سے ۴۳ سال پہلے یعنی ۱۳۲۶ھ کا ذکر ہے، میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ میں اپنے بڑے اور استاد محترم حضرت مولانا محین صاحب اجیری رحمۃ اللہ علیہ سے شہر لاہور میں پڑھتا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم ان دنوں لاہور میں درس دیتے تھے، پنجاب کے علمی حلقوں میں آپ کے فضل و کمال اور خدمات علوم و دقیقہ کا غلطہ بنتا تھا۔ اور مولانا اجیری کے نام سے شہرت تھی۔ فضل الدین نامی ایک قادیانی طالب علم میرے ساتھ ہائیہ اخیرین میں شریک درس تھا۔ ایک دن فضل الدین نے مجھ سے کہا کہ شہر لاہور میں مولوی عبداللہ چکڑالوی "بانی مذہب اہل قرآن" سربراہ والی گلی میں اپنے معتقد چٹو نامی کے یہاں رہتے ہیں۔ اگر آپ کو ان سے ملنے کا شوق ہو تو چلو کسی دن وہاں چل کر ان سے ملیں۔ چکڑالوی کا نام سن کر مجھے ان کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، اور وہ اس لئے میں نے احادیث شریفہ میں پڑھا تھا کہ حفصہ سرورہ علیہ السلام نے وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے

بقیہ صفحہ گزشتہ

(۱۳۱)	کتاب التعلیٰ ابن قزقم	جلد ۱	صفحہ ۹۴۵
(۱۳۲)	کتاب الفصل	ج ۱۶	صفحہ ۷۷
(۱۳۳)	"	ج ۳	صفحہ ۲۳۹
(۱۳۴)	"	ج ۴	صفحہ ۱۸۰
(۱۳۵)	تفسیر لطائف البیان	ج ۲	ص ۷۸۰ تا ۷۸۵
(۱۳۶)	حجۃ الکریمہ	ص ۲۲۳، ۲۲۸ تا ۲۳۰	+

۱۳۔ حضرات محدثین نے اس فقرے کے دو معنی بیان کئے ہیں (۱) ہم نے کتاب اللہ میں ایسا نہیں پایا کہ ہم اس کی اتباع کریں (۲) ہم جو کتاب اللہ میں پائیں گے اس کی اتباع کریں گے۔

ہیں۔ میں نے پھر کہا کہ جب خود مفسر صاحب میرے سامنے موجود ہیں تو مجھے اس دودھسری کیا ضرورت ہے۔ کہ روپیہ خرچ کر کے آپ کی تفسیر خریدوں اور اسے دیکھوں۔ بہتر ہوگا کہ کہ آپ خود ہی ان آیات کریمہ کو بتلا دیں جن سے آپ نے پنجگانہ نمازوں کے لئے تعداد رکعات معلوم کی ہیں۔ اس کے جواب میں چکڑالوی صاحب نے پھر اپنے پہلے جواب کو دہرایا۔ کہ آپ میری تفسیر دیکھئے، میں نے اس میں لکھ دیا ہے۔ میں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ شخص جواب دینے سے قصداً گریز کر رہا ہے۔

میرے سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس لئے اس بات کو ٹال رہا ہے۔ پھر میں نے دوسرا سوال کیا..... یہ تو فرمائیے۔ آپ کو حدیث کے ماننے سے انکار کیوں ہے؟ اس کے جواب میں چکڑالوی صاحب بولے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صریح طور پر فرما دیا ہے کہ قرآن کا مثل نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے کہا اوتلتنا القرآن ومثلہ (مجھے قرآن اور اس کا مثل دیا گیا ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فالتوا بسورۃ من مثله وادعوا شہداکم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔ کفار قریش جو قرآن کو کلام الہی ماننے سے انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ سورتیں خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں۔ اللہ پاک نے اسی واضح دلیل سے قرآن کے کلام الہی ہونے کو بتایا جو فضائے عرب کے لئے برہان قطعی کا حکم رکھتی ہے۔ یعنی اگر تم کو شک ہے اس کے کلام الہی ہونے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو تم اس عیسیٰ ایک سورۃ ہی لاؤ اور اپنے مددگاروں کو سوائے خدا کے بلا کر مدد لو۔ اگر تم اپنے اس انکاری دعوے میں، سچے ہو۔

یہ تذکرہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ ناظرین خود بھی

کے لئے کھڑے ہوئے۔ جماعت اس طرح ہوئی کہ ان کا امام صف کے بیچ میں کھڑا ہوا۔ تکبیر تحریمہ کے وقت سبے کان پکڑے، اور پوری نماز تمام ارکان، قیام، رکوع و سجود قومہ، جلسہ سب میں قرآن کی مختلف آیتیں پڑھتے رہے میں نے مولوی محمد عباس صاحب کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھی۔ کیونکہ چکڑالوی کی یہ نماز ہمارے لئے بالکل اجنبی تھی۔ فضل الدین قادری نے ہم سے علیحدہ ہو کر نماز ادا کی۔

نماز سے فارغ ہو کر جب مولوی عبداللہ چکڑالوی اپنے تخت پر براجمان ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ نیم دراز ہو کر اپنے ہاتھ کی کہنی کو تخت پر ٹیک کر سر کو تھیلی پر سہارا دے کر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے زہن دجا ماندہ ہوئے، اور سر کے منڈے ہنسنے کو میں پہلے دیکھ چکا تھا۔ حدیث شریف کی پیش گوئی حرف بحرف اس منکر حدیث پر صاف آتی تھی۔

میں چکڑالوی صاحب کے قریب جا کر سلام کر کے بیٹھ گیا۔ انہوں نے میرے سلام کے جواب میں سلام علیکم کہا اور میری جانب متوجہ ہوئے۔ میں نے دریافت کیا..... سنا ہے کہ آپ حدیث کو نہیں مانتے۔ اور ابھی میں نے دیکھا کہ آپ نے بھی مغرب کی تین ہی رکعتیں پڑھیں۔ میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید میں نماز پنجگانہ کے لئے علیحدہ علیحدہ تعداد رکعت کن آیتوں میں مذکور ہے۔..... کہ صبح کے دو فرض، ظہر، عصر، عشاء کے چار چار اور مغرب میں تین فرض پڑھے جائیں..... اس کے جواب میں چکڑالوی صاحب نے فرمایا۔

میں نے قرآن کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ وہ چمپ لکھی ہے اس کی صراحت بھی اس میں موجود ہے۔ آپ اس کو دیکھ سکتے

اپنی جگہ چکڑالوی صاحب کے مخالفہ آمیز جواب کو سمجھ سکیں ہیں
 نے کہا کہ یہ بیان بالکل دھوکا ہے۔ اللہ پاک نے یہ کہاں فرمایا
 ہے کہ قرآن کے مثل سے خود اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ عاجز ہے
 بلکہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے فصحاء و بلغا عرب اگر تم یہ سمجھتے
 ہو کہ کلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تصنیف کیا ہے
 اور خدا کی طرف سے نازل نہیں ہوا تو جبکہ تمہارے خیال کے
 مطابق اگر ایک اسی تنہا ایسا کلام تصنیف کر سکتا ہے تو تم تو
 فصحاء ہو خود کو شش کر و اور اپنے تمام مددگاروں سے خدا
 کے سوا امداد لے کر ایسی ایک سورۃ تو بنالو اگر تم اس دعوے
 میں سچے ہو۔ بڑا فرق ہے اس میں کہ حضور سید عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے خدا کی طرف سے دیگیا ہے قرآن
 پاک اور مثل یعنی ایک وحی متلو جو بواسطہ جبریل علیہ السلام
 نازل ہوئی اور اس کی نظم و الفاظ بھی خدا نے تعالیٰ کی طرف
 سے آئی۔ اور دوسری وحی غیر متلو یعنی معانی الفاظ ہوتے ہیں
 اور حضور الفاظ میں ان ”معانی“ کو بیان فرماتے ہیں۔
 اور اس مثل میں جو غیر اللہ سے بطور تحدی طلب کیا گیا ہے۔
 میری اس جوابی تقریر کے دوران میں چکڑالوی صاحب
 سے یہ سوال بھی کر لیا گیا۔ کہ جب قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ
 نے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ کا حکم دیا ہے
 تو آپ کو اطاعت رسول سے گریز کیوں ہے۔ تو چکڑالوی
 صاحب نے فرمایا کہ آیت کو شروع سے پڑھو۔ میں نے
 تلاوت کی، یا ایہا الذین آمنوا اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا
 الرَّسُولَ تو اس پر چکڑالوی صاحب کہنے لگے، اچھا بتائیے
 یا ایہا الذین آمنوا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
 مومنین کے ساتھ شریک ہیں؟ میں نے فوراً جواب میں
 کہا کیوں نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا
 ہے، اَنَا وَلِ الْمُؤْمِنِينَ (پہلا میں مومن ہوں، اس پر

چکڑالوی صاحب اپنے زعم باطل میں بڑے خوش ہوتے اور
 فرمانے لگے، اچھا تمہاری دیر کے لئے ایسا سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بی یا ایہا الذین آمنوا سے
 خطاب کر کے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ فرمایا ہو تو
 کیا یہ عقل کی بات ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی تم اللہ کی
 اطاعت کرو اور خود اپنی بھی۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ
 اچھا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا معنی ہیں
 ہیں؟ تو کہا کہ رسول اللہ کے معنی ہیں کتاب اللہ۔ اب اس
 ترجمہ میں کوئی بات خلاف عقل لازم نہیں آتی۔ میں نے کہا
 سبحان اللہ ارشاد فرماتے کہ اس سے آگے جو خدا نے تعالیٰ نے
 وَاُولٰٓئِی الْاٰمِرٰتُکُمْ ارشاد فرمایا ہے تو کیا اولی الامر کے
 معنی بھی کتاب اللہ ہی ہیں یا کچھ اور ہیں۔ اس پر جواب دیا گیا
 کہ اولی الامر کے معنی بادشاہ اور حاکم ہیں۔ میں نے دریافت
 کیا کہ فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں
 کون بادشاہ یا حاکم تھا جس کی آپ نے اطاعت فرمائی؟ اس
 کا جواب چکڑالوی صاحب نے یہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کسی حاکم یا بادشاہ کی اطاعت نہیں کر سکتے کہ یہ ان کی
 شان کے خلاف ہے۔ میں نے دل میں کہا یہ ذات شریف وہیں
 آگے جہاں میں ان کو لانا چاہتا تھا۔ میں چکڑالوی صاحب کو
 مخاطب کر کے بولا، تو آپ اس آیت پاک کا ترجمہ کیوں نہ کریں گے
 کہ ایسی کوئی قباحہ لازم نہ آئے۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ رہیں گے۔ اور دوسرے
 مومنین بیان مخاطب سمجھے جاتیں گے۔ میں نے اس پر عرض
 کیا کہ جناب والا یہی صورت ایک قدم پہلے بھی اختیار کی جاسکتی
 ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معنی ”کتاب اللہ“
 لینے کی تکلیف بعید سے بھی سچایا جاسکتا ہے۔ تو کیوں نہ ابتداء
 سے اس کا لحاظ رکھا جائے اور کہا جائے ”اَطِيعُوا اللَّهَ“ تک

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دوسرے مؤمنین کے ساتھ شریک ہیں۔ اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرے مؤمنین مخاطب ہیں..... اس کا جواب چکرالوی صاحب نے دیا وہ خلاف توقع نہ تھا۔ فرمایا اچھا پھر کسی فرصت کے وقت لیجئے۔ دوسرے اصحاب بھی کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے بھی اس وقت بات کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اس لئے چکرالوی صاحب خود اس بحث سے کتراتے تھے۔ میں ان سے اجازت لیکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔ اور طے کر لیا کہ کسی دن چکرالوی صاحب سے پھر آکر ملوں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا ذکر ہو گا۔ لیکن ہرگز اس شخص کو کچھ تنبیہ ہو جائے۔ اور میں بھی تبلیغ حق کا فریضہ اپنی حد تک ادا کر دوں۔

دوسری ملاقات: مر اس واقعہ کے چند دن بعد اتنا فرصت کا وقت نکال کر نماز ظہر کے بعد چکرالوی صاحب کے پاس گیا۔ حسن اتفاق سے اس وقت وہ اکیلے ہی بیٹھے تھے۔ ان کا ادا دمنہ چٹو بھی موجود نہ تھا۔ میں چکرالوی صاحب کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا اسی لاہور سے! پھر دریافت کیا کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں نے حدیث شریف میں پڑھا ہے، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں ایک شخص پیدا ہو گا جو ماندہ (زمن) ہو گا۔ سراسر کامنڈا ہو گا۔ اور اپنے سخت (ادبیکہ) پر سہارا لیکر بیٹھے گا۔ اور جب میری حدیث اس کے سامنے بیان کی جائیگی تو وہ اس کے ماننے سے انکار کرے گا۔ اور کہے گا: ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعنا..... میں یہی دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ خدا کی شان کہ یہ پیش گوئی آپ پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔

میرے اس بیان سے چکرالوی صاحب کو بہت غصہ آیا۔ اور آنا ہی چاہتے تھے۔ حدیث کا انکار نہ کر سکے کہ ان کو خود بھی اس کا علم تھا۔ کہنے لگے کہ کسی کھوتے نے (پنجابی زبان میں گدھے کو کہتے ہیں) بخاری نے یہ بات گھڑی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کہا۔ اس پر مجھے ہنسی آگئی اور میں نے کہا میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے۔ اور آپ کی پیشین گوئی صحیح بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو علم دیا جاتا تھا۔ لیکن اگر آپ کے کہنے پر صحیح مان لوں تو پھر مجھے امام بخاری کو ایک اعلیٰ پایہ کا محدث ماننے کے علاوہ خدا کا رسول بھی ماننا پڑے گا۔ اس لئے کہ امام بخاری کو گدرے ہزار سال سے زیادہ ہو گئے۔ اور ان کی بیان کردہ پیش گوئی آج صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ میری اس ہنسی اور جواب پر چکرالوی صاحب کا غصہ اور زیادہ تیز ہو گیا۔ مگر وہ بیچارہ کہ ہی کیا سکتا تھا۔ منہ میں جھاگ آرہی تھی۔ اور بار بار امام بخاری کی شان میں گستاخانہ کلمے بک رہا تھا۔ اور میں ہر بار ہنس کر یہی کہتا تھا کہ چلو آپ کی خاطر میں امام بخاری کو ہی اللہ کا رسول مان لوں گا۔ کہ انکی بات تو قولہ ماشہ سچی ہو گئی۔ جو انہوں نے کسی تھی۔

چکرالوی صاحب کے سچ قتاب کا عالم قابل دید تھا۔ میں وہاں سے یہ پڑھتا ہوا اٹھ آیا۔ من یھدلہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ..... صدق اللہ تعالیٰ وصدق رسولہ الکریم علیہ وعلی الر واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم + (خاران کاچ)

بچوں کا صفحہ

علم والا بلند ہو جاتا ہے

عبداللہ - وہ کسی عرب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں ؟
 امام زکریا - کسی عرب خاندان سے نہ گناؤں نہیں رکھتے۔ غلام تھے، امام ہیں !
 عبداللہ - شام کا امام کون ہے ؟
 امام زکریا - جناب مکحول !
 عبداللہ - عرب ہیں یا غلام ہیں ؟
 امام زکریا - غلام ہیں۔ ایک عورت کے انگوٹھے پر لٹکا دیا تھا۔ انہوں نے جہالت سواذی حاصل کی، علم کے دریا میں تیر، امام بن !
 عبداللہ - دجلہ و فرات کے درمیان جو علاقہ ہے وہاں سب زیادہ عزت کس کی ہے ؟
 امام زکریا - امام مہمون کی !
 عبداللہ - آپ کون ہیں ؟
 امام زکریا - غلام تھے، امام ہیں !
 عبداللہ - خراسانی سب بڑے مسلمان کسے خیال کرتے ہیں ؟
 امام زکریا - جناب ضحاک کو !
 عبداللہ - کون ہیں ؟
 امام زکریا - غلام تھے، امام ہیں !
 عبداللہ - بصرہ والوں کے دلوں میں کس کی عزت ہے ؟
 امام زکریا - حضرت عروایہ حسن بصری کی !
 عبداللہ - عرب ہیں یا غلام ؟
 امام زکریا - غلام تھے، امام ہیں !
 عبداللہ - یہ تاکہ کوفہ میں دین کی بزرگی کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے ؟
 امام زکریا - یہ مقام ابراہیم کو نصیب ہے !
 عبداللہ - جلد بنا، ابراہیم عرب ہے یا وہ بھی غلام ہے ؟

شام کے بادشاہ عبدالملک کے دربار میں ایک بہت بڑے عالم رابن شہاب زہری، پہنچے۔ بادشاہ نے کسا۔ مولانا زہری صاحب ! آپ اسلامی شہروں کی سیر کر کے آئے ہو۔ کچھ وہاں کا حال سناؤ۔ اچھا جو میں پوچھوں وہ بتاؤ۔
 عبداللہ - آپ اس وقت کہاں سے تشریف لائے ہیں ؟
 امام زکریا - مکہ شریف سے !
 عبداللہ - اس وقت مکہ والوں کا بزرگ کون ہے ؟
 امام زکریا - ان کا نام نامی ہے عطاء !
 عبداللہ - آپ کسی عرب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یا کسی اور شاخ کے پھول ہیں ؟
 امام زکریا - آپ عرب نہیں ہیں غلام تھے امام ہیں !
 عبداللہ - عطاء کو یہ مقام کیوں عطا ہوا ؟
 امام زکریا - نیکی سے، دین سے، علم سے !
 عبداللہ - بلاشبہ یہ چیزیں آدمی کا تہ بن کر دیتی ہیں۔ یہ کہو ان دنوں یمن کا امام کون ہے ؟
 امام زکریا - امام طاؤس !
 عبداللہ - آپ عرب ہیں یا غیر عرب ؟
 امام زکریا - عرب نہیں ہیں۔ غلام تھے۔ امام ہیں !
 عبداللہ - یہ کیونکر ہوا ؟
 امام زکریا - جن چیزوں سے عطاء کو اہل کیا، انہی نے انکو بلند کیا !
 عبداللہ - اچھا عصر میں کس کا نام لیا جا رہا ہے ؟
 امام زکریا - وہاں کے عالم یزید کا !

ملاحظہ فرمائیں!

ساقیستان

انتخابی
اجرا اور منتخب

کراچی: مرحوم ہوا کہ حکومت پاکستان آئندہ سال ۱۳ عام تعطیلات کی بجائے ۱۵ چھٹیاں کریگی۔ آئندہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی دو دو چھٹیاں ہوا کریگی۔ مشرقی پاکستان میں رگاپو جا کی چار چھٹیاں ہوں گی۔

کراچی: حجاز ریلوے کی تعمیر: سعودی عرب کے سفارتخانے کی اطلاع کے مطابق شاہ سعود نے حجاز ریلوے کی تعمیر کیلئے انجینئروں کی ایک کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ اس کا نام سعودی ریلوے ہوگا۔ اور یا من کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ملائیگی۔

کراچی: سرکاری اطلاع منظر ہو کہ حکومت پاکستان موسمی بحار شدی دہاکو شمس دیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

کراچی: سرکاری اطلاع منظر ہو کہ حکومت پاکستان موسمی بحار شدی دہاکو شمس دیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

پشاور: پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن صوبہ سرحد میں دہاوہ کارخانے قائم کر رہی ہے۔ نو شہرہ میں ایک کارخانہ آئندہ چھ ماہ میں چالو ہو جائے گا۔ خیال ہے کہ اس میں تین ہزار پانچ سو ٹن مال تیار ہوگا۔ اس پر کوئی ۳۶ لاکھ روپے خرچ آئیں گے۔ کارپوریشن نصف رقم دیگی۔ اور ایک فرم نے باقی آدھی رقم کا ذمہ لیا ہے۔ دوسرے کارخانے میں کاغذ اور گتہ تیار کیا جائیگا۔ اندازہ ہے کہ اس پر ۶۵ لاکھ روپے خرچ آئیں گے۔ کد خاٹنے میں تقریباً سات سو افراد کو روزگار مل جائے گا۔ ان دو کارخانوں کے قیام غیر ملکی زرمبادلہ کی بچت ہوگی۔

کراچی: سرکاری اطلاع منظر ہو کہ حکومت پاکستان موسمی بحار شدی دہاکو شمس دیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ملتان: مرحوم ہوا کہ حکومت پاکستان آئندہ سال ۱۳ عام تعطیلات کی بجائے ۱۵ چھٹیاں کریگی۔ آئندہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی دو دو چھٹیاں ہوا کریگی۔ مشرقی پاکستان میں رگاپو جا کی چار چھٹیاں ہوں گی۔

کراچی: سرکاری اطلاع منظر ہو کہ حکومت پاکستان موسمی بحار شدی دہاکو شمس دیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

مہربانیا۔ وہ گر جائیگا۔ اور اُسے گرنا پڑیگا + (بصیرت)

کتاب بہترین نئی ہر

تفسیر الشیعہ : مصنف مولانا احتشام الدین : تفسیر الشیعہ ایک عجیب کتاب ہے۔ معمولی سوجھ بوجھ والا بھی اس سے مکمل فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ صفحات ۴۵۶ قیمت چار روپے ۲/-

تفسیر آیت مباہلہ : مصنف مولانا عبد الشکور لکھنوی : قل تعالوا ندع ابناءنا کی صحیح تفسیر اور شیعوں کے بڑے مخالفہ کا ازالہ قیمت چار آنے ۲/-

تفسیر آیت امامت : مصنف مولانا عبد الشکور لکھنوی : قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر جن میں لفظ امام آیا ہے۔ اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ قیمت چار آنے ۲/-

کشف التلبیس دوم سوم : جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲/-

علمائے حق کے کارنامے : ۱۸۵۴ء سے ۱۹۳۹ء تک علماء کرام کے کارناموں کا تذکرہ۔ ۲/۲/-

علمائے ہند کی شاندار ماضی جلد اول : کتاب کیا ہے، گرانمایہ دینی اور سیاسی معلومات کا بے ہا ذخیرہ ہے۔ سرورقی رنگین، مجلد۔ قیمت ۶/۸/- روپے

تفسیر آیت اولی الامر منکم : مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، آیت اطیعوا اللہ کی تفسیر اور شیعوں کے مخالفوں کا جواب۔ قیمت چار آنے ۲/-

غلام احمد نمبر : اس کے پڑھنے سے کوئی معقولیت پسند انسان مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت دس آنے ۱۰/-

خطبات مولانا آزاد : مولانا آزاد کے خطبات جمعہ و عیدین۔ قیمت ۱/-

تحقیق متعہ قیمت : بدعات محرم، فضائل صحابہ : مولانا بشیر احمد صاحب پسروری، مختصر رسائل میں نہایت احسن طریق پر تبصرہ مع حوالہ جات کیا گیا ہے۔ قیمت دس آنے ۱۰/-

اہل حق کی تنظیم و تعمیر : مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری۔ اکابرین ملت کے بیانات وغیرہ۔ قیمت ۳/۸/- روپے

افکار آزاد : مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط ایڈیٹر زمزم۔ قیمت دو روپے چار آنے ۲/۲/-

ملنے کا پتہ : مکتبہ حزب الانصا بہیدر پاکستان